TIGHT BINDING BOOK



بوستانِ حسرت

حسرت شروانی

غلط نامہ

بوستانِ حسرت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۴	مواجّی	مؤاجی
۱۱	۱	Sky-rac	ky-race
۱۲	۸	قصیدے	قصائد
۱۳	۱۲	اسناد	استاد
۱۵	۶	بنای	بنائی
۲۱	۱۳	زندگی بخشی	زندگی بخش
۲۲	۱	لوازے	لوازم
۲۵	۳	الہی	الٰہی
〃	۵	الہی	الٰہی
〃	۷	الہی	الٰہی
〃	۷	خرشید	خورشید
۲۷	۹	دانۂ	دانہ
۲۸	۳	جانی	جانے
۲۹	۹	نہتی	نمی
۳۴	۶	زنداں	رنداں
۳۹	۴	ندارم	دارم
۴۱	۳	ہم نالگی ا	ہم نالگی
۴۴	۴	علیشی	علیشے

غلط نامہ

بوستانِ حسرت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰	۴	مواجّی	موّاجی
۱۱	۱	Sky-rac	Sky-race
۱۲	۸	قصیدے	قصائد
۱۳	۱۲	اُسناد	اُستاد
۱۵	۶	بنائی	ہنائی
۲۱	۱۳	زندگی بخشی	زندگی بخش
۲۲	۱	لوازے	لوازم
۲۵	۳	الہی	الٰہی
"	۵	الہی	الٰہی
"	۷	الہی	الٰہی
"	۷	خرشید	خورشید
۲۷	۹	دانۂ	دانہ
۲۸	۳	جانی	جانے
۲۹	۹	ہتی	ہمی
۳۴	۶	زنداں	رنداں
۳۹	۴	ندارم	دارم
۴۱	۳	ہم نالگی ار	ہم نالگی
۴۴	۴	علیشی	علیشے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵	۲	عدن	عدنِ
۴۷	۳	جان	جاں
〃	۷	گلِ	گل
〃	۱۱	درمان	درماں
۵۰	۲	مژدہِ	مژدۂ
۵۱	۳	سردیِ	سردئ
۵۲	۶	رحمٰن	رحمٰں
۵۳	۱۱	بگلِ	بگل
۵۵	۶	دارند	دادند
۵۶	۱	ناکامی	ناکامئ
۵۷	۸	د	و
۵۸	۴	آواں	آوانِ
۵۹	۴	دیوان	دیواں
۶۵	۱	کا	کہ
۶۸	۳	دودماں	دودمانِ
〃	۴	آب	آبے
〃	۱۱	جان	جاں
۷۰	۱	یادِ ...	یاد ...
۸۰	۱	بنالالیم	نیالالیم
۹۹	۵	درنہان	دربنان
۱۰۸	۱۰	ہوسِ	ہوس
۱۳۰	۳	رحمَن	رحمٰں

تقریب

فارسی زبان کی شیرینی اور فارسی غزل کی رنگینی کون نہیں جانتا۔ علاّمہ شبلیؔ نے سچ کہا ہے۔ "عشق[۱] و محبت کا جذبہ فطرتِ انسانی کا خمیر ہے۔ اس لئے تمام دنیا کی شاعری میں عشقیہ شاعری، اور سب انواع شاعری سے زیادہ متداول اور عام ہے۔ لیکن ایران اِس خصوصیت میں تمام دنیا سے بڑھا ہوا ہے۔" درحقیقت ایران کی تہذیب و تمدن عیش و تنعم۔ آب و ہوا اور حسن و جمال نے اہل ملک کے جذبات عشق و محبت میں ایک آگ سی لگا دی تھی۔ سعدیؔ۔ حافظ۔ عرفی۔ نظیریؔ کسی کی غزل[۲] اُٹھا کر دیکھئے تو آپ پائیں گے کہ عشق کے نازک سے نازک جذبات۔ اور حُسن کی لطیف سے لطیف ادا کو یہ لوگ اِس خوبی سے بیان کر جاتے ہیں کہ ذوق سلیم وجد کرنے لگتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہے کہ محبوب کی آمد پر تمام[۳] شکوے شکایتیں ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کو سعدیؔ یوں ادا کرتے ہیں:۔

گفتہ بودم چو بیائی غمِ دل با تو بگویم — چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بیائی

یا یہ بیان کرنا ہے کہ معشوق کی اداؤں کے سامنے جان کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کے لئے

---

۱ شعر العجم جلد پنجم ۲ غزل کے موافق و مخالف حال میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ مگر یہاں اس بحث کا محل نہیں ۳ غالب لکھتے ہیں: اُن کے آنے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے۔

حافظ یہ پیرایہ اختیار کرتے ہیں :۔

اے خوشا حالتِ آں مست کہ در پائے حریف سر و دستار نداند کہ کدام انداز د

اُس مست کی حالت قابل رشک ہے جو مستی میں معشوق کے قدموں پر نچھاور کرنے کے لئے یہ نہیں سوچتا کہ سر نذر کروں یا دستار۔ یا مثلاً عاشق کی وحدت پسند طبیعت غم روزگار کو بھی غم عشق میں جذب کرلیتی ہے۔ اس مضمون کو عرفی نے کس خوبی سے ادا کیا ہے :۔

در دِل ما غم دنیا غم معشوق شود[1] بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

اسی طرح نظیری محبوب کے آفتاب و شمع ہونے کی طرف کس لطف سے اشارہ کرتا ہے کہتا ہے :۔

بازم بہ کلبہ کیست نہ شمع و نہ آفتاب[2] بام و درم ز ذرّہ و پروانہ پُر شدہ است

یعنی میرے جھونپڑے میں کون آگیا کہ شمع اور آفتاب کے نہ ہوتے ہوئے بھی تمام گھر ذرّوں اور پروانوں سے بھر گیا ہے۔ غرض مثالیں کہاں تک پیش کی جائیں۔ مقصود یہ ہے کہ فارسی غزل ایک باغ پُر بہار ہے جس کی کسی روش پر بھی نکل جائیے دماغ معطّر ہو جاتا ہے۔

ہندوستان میں فارسی کا مذاق غزنویوں کی آمد سے شروع ہوتا ہے۔ فارسی کا پہلا شاعر غالباً مسعود سعد سلمان ہے جو عہد سلطان ابراہیم غزنوی میں لاہور کا گورنر تھا۔ اس کے بعد پٹھان سلاطین کے دورِ حکومت میں ہمیں جمال دہلوی حسن[3] بدایونی (جو حسن سنجری دہلوی کہلاتے ہیں) بدر چاچی، مظہر گجراتی وغیرہ متعدد خوش گو شعرا ملتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امیر خسرو کے کوکبۂ خسروی نے سب کی شوکت کو ماند کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ مغلیہ حکومت

---

[1] آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا جو غم ملا اُسے غم جاناں بنا دیا۔ (اصغر)

[2] داغ کا شعر ملاحظہ ہو :۔ رُخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اِدھر آتا ہے دیکھیں یا اُدھر پروانہ جاتا ہے

[3] ملاحظہ ہو کلیات حسن مطبوعہ حیدر آباد

کا عہد آگیا۔ مغل بادشاہ و اُمرا نہ صرف قدر دان بلکہ خود سلیم المذاق تھے۔ ہر طرف دولت و ثروت کی افراط۔ اور حسن و عشق کی چہل پہل تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کے فارسی شعرا ہندی الاصل ہوں یا ولایت زا۔ کمالِ فن اور لطفِ سخن میں ایرانیوں سے بازی لے گئے خود صائب کا اعتراف سنیئے۔ کس مزے سے کہتا ہے :۔

نیست[1] در ایراں زمیں سامان تحصیل کمال
تا نیامد سوئے ہندستاں حنا رنگیں نہ شد

اصل یہ ہے کہ بابر و ہمایوں نے شعر و ادب کے پودے کی پرورش کی۔ اکبر کے عہد میں یہ چھتنا در خت بن گیا۔ جہانگیر و شاہ جہاں کے دَور میں اہل کمال نے اس کا پھل کھایا اور اس کے سایہ میں آرام پایا۔ اکبر[2] کے دربار کے شعرا کی فہرست جو ابو الفضل۔ بدایونی اور نظام الدین نے دی ہے کافی طویل ہے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ آخری مغل بادشاہ کے زمانہ میں خاتم الشعراء مرزا غالب پر آکر ختم ہو گیا۔ مرزا خود کہا کرتے تھے کہ ہند میں فارسی شاعری ایک ترک لاچین (خسرو) سے شروع ہوئی اور ایک ترک ایبک (غالب) پر ختم ہو گئی۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ غالب کے بعد کوئی شاعر یا اچھا شاعر پیدا ہی نہیں ہوا۔ البتہ یہ درست ہے کہ کوئی صاحب[3] طرز یا مشہور استاد منصۂ شہود پر نہ آیا۔ ورنہ غالب اور اُن کے معاصرین[4] کے بعد بھی فارسی کے بعض خوش گو شعرا[5] پیدا ہوئے۔ جن میں حالی شبلی

---

[1] یہ ہند رفتن حنا فارسی کا ایک محاورہ ہے جس سے حنا کا سیاہی مائل ہونا مراد ہے۔ [2] اسی دور میں آکر فارسی شاعری نے ایک خاص انداز اختیار کیا جس کو سبک ہندی سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ اس کی بنا خسرو کے عہد ہی سے پڑ گئی تھی [3] اقبال ایک نئی شریعت شاعری کے مجتہد ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر یہاں نہیں کیا گیا [4] غالب نے ایک شعر میں اپنے معاصرین کا ذکر کیا ہے ؎ مومن و نیر و صہبائی و علوی و انگاہ ؛ حسرتی اشرف و آزردہ بود اعظم شاں
[5] یوں تو تقریباً ہر شہر میں فارسی کے اچھے شاعر ہو گذرے ہیں۔ مگر اُن کو شہرت عام کے دربار میں جگہ نہ ملی۔

خواجہ عزیز۔ شاہ عزیز اللہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ انھی قابل ذکر گروہ میں جناب
نواب صدر یار جنگ بہادر مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب
حسرت شروانی مدظلہ کا بھی شمار ہے۔ نواب صاحب کی ذات مستجمع الصفات کو اگر
اس معنی کر ذو الریاستین کہا جائے تو بجا ہے کہ قدرت نے آپ کو دنیاوی ریاست کے ساتھ
علم و ادب کی صدارت بھی عطا فرمائی۔ آپ کا علم و تبحر۔ فراست و تدبر۔ نادر کتاب خانہ۔
اور مذہبی و قومی کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔ جن پر یہاں نہ بحث کی ضرورت نہ موقع۔ ہمارا
مقصد صرف نواب صاحب کے فارسی کلام موسوم بہ بوستانِ حسرت پر
اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کرنا ہے۔ یہ ایک مختصر سا مجموعہ ہے جو ۲۸ غزلیات ایک
مخمس نعت اور چند قطعات تاریخی وغیر تاریخی پر مشتمل ہے۔ متعدد ردیفیں خالی ہیں۔ اور کسی
میں ایک ایک دو دو غزلیں ہیں۔ اور رسمی شاعروں کی طرح ردیفوں کی خانہ پُری کی
کوشش نہیں کی گئی ہے۔ موصوف کو شعر و ادب سے فطری ذوق ہے۔ اور اُسی ذوق
کے ماتحت کسی خاص تحریک یا جذبہ سے متاثر ہو کر احیاناً فکر شعر فرماتے ہیں۔ تاہم
دیوان کا ہر پڑھنے والا اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ آپ کے یہاں اس مختصر مجموعے میں بھی
رفعت خیالات۔ وصدق جذبات کے ساتھ لطافت بیان اور سلاست زبان کی کمی نہیں۔
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں اپنے دعوے کے ثبوت میں موصوف کے دیوان سے چند مثالیں پیش کریں
معشوق کی لطافت طبع کے متعلق ایک موقع پر نہایت لطیف پیرایہ اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

این ہمہ پاکی گوہر نتواں یافت بخاک ‌ ‌ ‌ ‌ مگر از شیرۂ جانت بدنے ساختہ اند

یعنی عنصر خاکی میں یہ لطافت بھلا کہاں سے آئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تیرا جسم روح
کے جوہر سے بنا ہے۔ غور کرنے کی جگہ ہے جس کے جسم کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ روح نہیں بلکہ

روح کے جوہر سے اس کا خمیر ہوا ہے تو خود اس کی روح کی پاکیزگی کس پایہ کی ہوگی۔
درحقیقت تصور کے لئے کس قدر وسیع میدان شاعر نے مہیا کر دیا۔ العظمۃ للہ۔

اسی غزل میں کہتے ہیں:۔

منّت رائحۂ نافہ و غنچہ نکشند　　سرخوشانے کہ ببوئے دہنے ساختہ اند

عاشقان مست جو کسی کی بوئے دہن پر قناعت کئے بیٹھے ہیں مشک و غنچہ کی خوشبو کا احسان نہیں اٹھایا کرتے "ببوئے دہنے" کا ٹکڑا جو لطف دے رہا ہے وہ ادب فارسی کے اداشناسوں سے پوشیدہ نہیں۔ نواب صاحب کی شاعری کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا مخاطب اگرچہ حسین مجاز کا پیکر۔ اور گوشت پوست کا واقعی انسان ہے۔ لیکن جمال ظاہر کے ساتھ کمال معنی سے آراستہ ہے۔ اسی کے ساتھ خود اُن کا جذبۂ محبت بھی پاکیزگی اور وفا پرستی کے اوصاف سے متصف ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

من و خیال رخے، بے نیازم از گلشن　　من و جمال مہے، آفتاب راچہ کنم

بے نیازانہ ز سیر گل و گلشن گزرند　　بیدلانے کہ بہ گل پیرہنے ساختہ اند

بعض پوری کی پوری غزلیں کسی خاص واقعے سے متاثر ہو کر لکھی ہیں جن میں واقعیت کی بنا پر تاثیر۔ اور مسلسل ہونے کی وجہ سے زور پیدا ہو گیا ہے۔ سچ ہے:۔

از دل می خیزد و بر دل می ریزد۔ مثلاً وہ غزل جس کا مطلع ہے:۔

در حریم وصل جانانم وطن خواہد شدن　　شمع بزم انس آں ماہ ختن خواہد شدن

یا

ربودہ ہوش و قرارم غزال رعنائے　　نگار مست خرامے بلند بالائے

اکثر غزلیں اساتذۂ قدیم کی زمینوں میں لکھی ہیں اور کامیاب شعر نکالے ہیں جن پر کہیں کہیں

علامہ شبلی۔ اور خواجہ عزیز جیسے سخن گو اور سخن سنج ناقدانِ ادب نے تحسین فرمائی ہے۔

حضرتِ ممدوح کے کلام میں متعدد مواقع پر عالی ہمتی و بلند حوصلگی کے مضامین اس خوبی سے نظم ہوئے ہیں کہ بے ساختہ دل سے داد نکلتی ہے۔ چند مثالیں سنیئے اور لطف اُٹھائیے۔

مثلاً جب آپ حیدر آباد سے ترک تعلق کرکے وطن کی جانب واپس آ رہے ہیں تو ریل کے سفر میں یہ شعر کہا:۔

شاہبازِ ہمتم ربطے بدستِ شاہ داشت ۔۔۔ خوش نکردہ بند دستِ دیگراں پرواز کرد

شاہباز کا بادشاہوں کے ہاتھ سے تعلق قدیم رواج کی طرف اشارہ کر رہا ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب تک بادشاہ کے ہاتھ سے تعلق رہا میری ہمت کا شاہباز پابند رہا لیکن جب دوسرے لوگ دخیل ہوگئے تو اُس کو یہ محکومی گوارا نہ ہوئی اور اُڑ گیا۔

ہمتِ ما سرنمی آرد بمال و زر فرود ۔۔۔ دولتِ ما بس بود آں شوخِ سیم اندامِ ما

اگرچہ انداز میں کوئی ندرت نہیں۔ تاہم شعر سے شاعر کی عالی ظرفی کا پتہ چلتا ہے۔

سرِ آزادگاں بر پائے دوں طبعاں بود حیف است ۔۔۔ اگر خاکِ رہِ جاناں نشد بردار بایستے

آزاد مزاجوں کے سر کے لئے دو ہی مصرف یا محل ہو سکتے ہیں۔ یا راہ دوست کی خاک ہوں یا دار کی زینت بنیں۔ یہ کیا غضب کہ ایسا سر اور ذلیل فطرتوں کے قدموں پر۔ خیال کی رفعت اور بیان کی لطافت داد سے مستغنی ہے۔ لطافت بیان کی تمثیل میں چند شعر اور ملاحظہ ہوں جن سے قارئین کرام کو محروم رکھنا ہمارے نزدیک ظلم ہے۔

دارم امید صلح ازاں چشم جنگ جو ۔۔۔ جمعیتے ز زلف پریشانم آرزوست

بادِ چمن علاجِ تپِ دل نمی کند ۔۔۔ عیسیٰ دمی ز گوشۂ دامانم آرزوست

نہ کردہ جلوہ بتِ شوخ و باختم دل ودیں   اگر برافگند از رخ نقاب را چہ کنم

توانم ایں کہ لبِ خود بہ مے نیالایم   سیاہ مستیٔ عہدِ شباب را چہ کنم

خلق را بسکہ گمانہاست بہ ہشیاریٔ خویش   جلوہ فرما و یکے پرس کہ ہشیار کجاست

آپ کے کلام میں بیان کی سلاست اور زبان پر قدرت کی مثالیں بکثرت ہیں مثال کے طور پر وہ نظم پڑھیے جو "کسی" کے ریمارک کے جواب میں تحریر کی ہے۔ آغاز یہ ہے:۔

اے کہ از غایتِ لطافتِ طبع   سحرِ نوبہار را مانی

خاتمہ کا شعر سننے کے قابل ہے۔

گفتۂ طالب رضائے توام   من ویزداں کہ من فدائے توام

ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

حسرت زبوئے باغ دماغم نمی رسد   بوئے وفا ازاں گلِ خنداںم آرزوست

دماغ رسیدن فارسی میں مست و سرخوش ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ کہیں کہیں کلام میں شوخی اور بے باکی کی ادا بھی جھلکتی ہے۔

چوں نخواہد داشت تاب بوسہائے بیدریغ   آں لبِ میگوں برنگِ یاسمن خواہد شدن

کشیم منتِ بختِ بلند خود روزے   کہ در کشیم ببر آں بلند بالا را

ممکن ہے کہ بعض ثقہ طبائع ان اشعار پر چیں بہ جبیں ہوں۔ مگر جذبات کے دریا کا بند باندھنا آسان نہیں۔ چلتے چلتے دو شعر تعلّی اور زور بیان کے بھی سنتے جائیے فرماتے ہیں:۔

از بدخشاں لعل و از عمّان گہر   جوہرِ طبعم ز کانے دیگر ست

نغمہ ہائے طوطی و بلبل خوش است   حسرتِ ما را فغانے دیگر ست

ان چند سطور پر یہ تقریب ختم کرنے سے پہلے پہل اپنے مخدوم حضرت نواب صدر یار جنگ بہادر

مدظلہ العالی کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے بغایت ذرّہ نوازی مجھے اپنے کلام فارسی کو طبع کرانے اور شائع کرنے کی سعادت بخشی۔ ع

کُلاہِ گوشۂ دہقاں بآفتاب رسید

استاذی پروفیسر مولانا ضیاء احمد صاحب بدایونی کا بھی منّت گذار ہوں کہ اِس خوش گوار فرض کی ادائیگی میں آپ نے میرا ہاتھ بٹایا۔ فجزاھما اللہ خیر الجزاء[1]

سلطان جہاں منزل
علی گڑھ

سیّد الطاف علی بریلوی

یکم مئی سنہ ۱۹۴۹ء

---

[1] "خوش گفتی و در سُفتی" حسرت شروانی

غزل فارسی

(از خامۂ نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہ)

حُسن اتفاق کا کرشمہ دیکھو۔ حکومت عرب سے عجم کا آزاد ہونا اور فارسی لٹریچر کا ادب عرب کی حکم رانی سے نکلنا ساتھ ساتھ ہوا۔ عجمی فرماں روا فتوح عرب کی روح کے حلقہ بگوش رہے۔ یعنی انھوں نے مسلمان رہ کر سلطنت کی۔ اسی طرح فارسی شاعری جانِ نظم عروض و قافیہ میں عربی شاعری کے تابع فرماں رہی۔ صورت کو چھوڑ کر معنی کو دیکھو تو متنبی اور خاقانی اپنی بلند پروازیوں میں خیالات کے ایک ہی آسمان سے تارے توڑ کر صفحۂ کاغذ کو منوّر کرتے ہیں۔ دولت شاہ نے اپنے تذکرے میں شعرائے فارسی کے دور قائم کئے ہیں۔ مقدمہ میں متنبی وغیرہ شعرائے عرب کا ذکر کیا ہے اور اس طرح فارسی شاعری کی ابتدا کو عربی شاعری کی انتہا سے ملا کر سلسلہ مسلسل کر دیا ہے۔

فہم انسان کی نارسائی دیکھئے۔ جس چیز کی آغاز کی تلاش میں اُٹھتی ہے انجام کار قیاس کی بھول بھلیوں میں سرگردانی اُٹھاتی ہے۔ یہی حال فارسی شاعری کی ابتدا کا ہے۔ بہرام گور کا عالم سرخوشی میں پہلا مصرع کہنا۔ یعقوب لیث کے چھوٹے سے بچے کی زبان سے موزوں مصرع کا نکل جانا، مٹے سے نشان ہیں جو پیک خیال کو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتے۔ قیاس کی مکر چاندنی سے نکل کر واقعات کی صبحِ صادق کے نور میں آؤ تو رودکی کا دل کش ترانہ سامعہ نواز ہوتا ہے۔

اس پُرشکوہ قافلہ کی قافلہ سالاری ابوالحسن[1] رودکی کی قسمت میں تھی۔ دربار سامانی

---

[1] ابوالحسن عبداللہ رودکی سمرقندی مادح امیر احمد نصر سامانی والی بخارا وفات نصر سامانی سنہ ۳۳۱ہجری

کی عظمت کے جہاں اور سازوسامان تھے وہاں ملک الشعرا رودکی کا طمطراق بھی تھا جس کی جلو میں دو سو زرّیں کمر غلام چلتے تھے۔ قلندر مزاج شعرا اگرچہ ہمیشہ رودکی کی شوکت کے خیال میں رہے۔ لیکن یہ دل کش خواب پھر بہت ہی کم نظر آیا۔ ظاہر ہے کہ اس اوج موج میں مواجیِ خیال کے حوصلے قصیدے ہی کے میدان میں نکل سکتے تھے۔ ہجری چوتھی صدی کا آغاز رودکی کا دور ہے۔ اس زمانہ سے سعدی کے زمانہ تک (وفات سعدی ۶۹۱ سنہ ہجری) قصیدے کا دَور اور زور سمجھنا چاہیئے۔ اس چار سو برس کے عرصے میں قصیدے نے نشوونما کے مختلف مدارج طے کئے۔ بچپن سے لڑکپن، لڑکپن سے جوانی، جوانی سے کہولت، کہولت سے بڑھاپا۔ زندگی کی یہی منزلیں ہیں۔ یہی منازل قصیدے کو پیش آئیں۔ خاقانی[1] کا زمانہ (چھٹی صدی ہجری کا درمیانی حصّہ) قصیدے کے شباب کا زمانہ تھا۔ دورِ شباب زور و شور کا زمانہ ہے۔ اس وقت کے قصائد مبالغہ کے زور میں طوفان سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ جوانی اور جنون کا ڈانڈا ملا ہوا ہے۔ شباب قصیدے کی مدّاحی ستائش کا جنون ہے۔ ممدوح زمین پر ہے وہ آسمان پر بتا رہے ہیں۔ ہاتھ کے اشارے سے دکھاتے ہیں۔ کوئی نہ دیکھے تو ہاتھ سے اُس کا منھ اوپر کو اُٹھا دیتے ہیں۔ نہ مانے تو دلیل سے سمجھاتے ہیں۔ اس پر بھی نہ سمجھے تو ہجو سے سمجھاتے ہیں۔ سلح خانے کی چھت سے ہمیشہ چرخ ہفتم کے فرشتے تنگ رہے۔ اگر پٹاؤ اتنا اونچا نہ ہو تو مریخ دوز نیزے کہاں رکھے جاتے۔ ڈربی کی گھوڑ دوڑ میں تیزی رفتار کا معیار سکنڈ اور منٹ ہیں۔ ہمارے شعراء کے ممدوحوں کے گھوڑے صدہا برس ہوئے اس

---

[1] خاقانی شروانی وفات ۵۸۲ سنہ ہجری

Sky race) اسکائی ریس” میں سکنڈ اور منٹ چند یہ - ہیں چکے توڑ کو ریکارڈ
کا دَور پورا کرتے ہیں۔ وہ چشم زدن میں دَورِ فلک سے باہر نکل جاتے ہیں۔ مبالغہ کے مضامین پر خواہ ہنسو خواہ سوسائٹی کے مذاق سے عبرت حاصل کرو لیکن شکوہِ کلام، قوتِ ادا، زورِ بیان اور روانیِ سخن کو دیکھ کر تم بے اختیار آفریں کہہ اٹھو گے شباب کے بعد پیری ہے۔ پیری میں شباب کی باتیں خواب کی باتیں ہیں۔ مرزا غالب بہادر شاہ کی مدح میں وہی مضامین صرف کرتے ہیں جو عنصری نے سلطان محمود کی ستائش میں باندھے تھے۔ یہ خیال کا خواب نہیں تو کیا ہے۔ بیان میں سحر کی تاثیر ہے۔ غالب و قاآنی کی جادو بیانی قصیدے کے ناتواں جسم میں پھر روحِ جوانی پھونک گئی۔

قصیدہ جس قدر منجھتا گیا اُسی قدر اُس میں سے مغلق الفاظ، دشوار ترکیبیں اور مشکل مضامین چھٹتے گئے۔ جہاں قصیدے کی سرحد غزل سے ملی ہے وہاں قصیدے کی صفائی غزل کی روانی سے ہمدوش ہے۔ شعراء کے چوتھے طبقہ میں کمال اصفہانی ہے جس کو دربارِ کمال سے ”خلاق المعانی“ کا خطاب ملا ہے۔ اس کے قصیدے کی صفائی تیغِ اصفہانی کے جوہر کو شرماتی ہے۔ اسی طبقہ میں غزل گویوں کے امام شیخ سعدی جلوہ فرما ہیں۔ اُن کا کلام ”کالملح فی الطعام“ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا دیوان ”شعرا کا نمک دان“ کہلایا۔ صفائی کلام کے علاوہ غزل کے لئے شکستگی و خستگی بھی درکار ہے۔ جب غزل کے فروغ کا زمانہ آیا تو شکستگی و خستگی کے اسباب بھی پیدا ہو گئے۔ ساتویں صدی میں تاتار سے ایک سیلابِ بلا اُمڈا جو عجم کو تاخت و تاراج کرتا ہوا نکل گیا۔ یہ ایک قہر تھا جس نے سارے کارخانے

درہم برہم کر دیئے۔ دربار لٹ گئے۔ تاجداروں کے سر کٹ گئے۔ گرمیٔ ہنگامہ کافور ہوئی اور ہر طرف افسردگی چھا گئی۔ اس سے بہتر وقت غزل کے فروغ کے واسطے کون سا ہو سکتا تھا ؎

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

یہی زمانہ ہے کہ شیراز سے غزل کا ترانہ بلند ہوا۔ جس طرح ملکی سلطنت بدلی اُسی طرح کشورِ سخن کا انقلاب ہوا۔ خلافت کا چشم و چراغ مستعصم بغداد میں شہادت سے سرخرو ہوا۔ اصفہان میں کشور قصیدے کے تاجدار کمال اصفہانی کو سعادتِ شہادت نصیب ہوئی۔ عبرت کا تماشا دیکھو۔ جس قتلِ عام نے قصیدے کا تاج اُتارا اُسی نے غزل کو تختِ اقبال پر بٹھایا۔ یہی تاتاریوں کا ہنگامہ تھا جس نے سعدی کی طبیعت میں افسردگی و شکستگی پیدا کی۔ اس طرح زوال قصیدہ اور کمالِ غزل ایک ہی سبب کے دامن سے وابستہ ہیں۔ سعدی کے سینے میں عشق کا سوز اور دماغ میں حکمت کا نور نہاں تھا۔ سوزِ غزل کے پردے میں چمکا۔ حکمت کی بُو گلستاں، بوستاں میں مہکی۔

عام طور پر شیخ سعدی غزل کے مجتہد اوّل مانے گئے ہیں۔ تلاش اس کو غلط ثابت کرتی ہے۔ تقدم کا شرف خواجہ سنائی غزنوی کو حاصل ہے۔ خواجہ طرح دوسرے طبقہ میں ہیں۔ اُن کے معاصر خاقانی و انوری کی غزل قصیدے اُترا ہوا خاکہ ہے۔ لیکن خواجہ کی غزل میں وہ صفائی اور ملاحت ہے۔ جو آگے چل کر حافظ اور سعدی کا حصہ ہو گئی۔

یہ ضرور ہے کہ سعدی سے پہلے غزل قصیدے سے دبی ہوئی تھی۔ شیخ کے زورِ طبع نے اُس کو اتنا بلند کر دیا کہ اُس نے قصیدے کو دبا لیا۔ امیر خسرو نے سوز و گداز کو چمکایا۔ حسن دہلوی نے لطافت سے اُس کا حسن دوبالا کیا۔ سعدی کے بعد سلمان ساوجی اور عبید زاکانی باکمال قصیدہ گو گزرے ہیں۔ انھوں نے قصیدے کو اُبھارا۔ لیکن پھر اُس کا رنگ نہ جما۔ دولت شاہ نے سلمان ساوجی کے دور کو غزل گویوں کا دَور لکھا ہے۔ قصیدے کے ساتھ ہی ساتھ مثنوی بھی عالمِ وجود میں آئی ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ قصیدے کے عہد میں قصیدے اور غزل کے دَور میں غزل سے دبی رہی۔ دَورِ اوّل میں اساتذۂ مثنوی فردوسی، سنائی۔ عطّار، خاقانی، مولانائے روم اور نظامی وغیرہ گزرے ہیں۔ دَورِ ثانی میں سعدی، خسرو، جامی، خواجو، فیضی، ظہوری، زلالی وغیرہ، مثنوی کا اشکال اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک مشکل سے تیس۳۰ چالیس۴۰ مثنوی گو ایسے نکلیں گے جو شہرت کے دربار میں باریاب ہوئے ہوں۔ حال آں کہ قصیدہ اور غزل کے استاد صدہا مشہور ہیں۔

ہم نے تفحص کے بعد غزل کے بارہ دَور قائم کئے ہیں۔ ہر دَور میں جن اساتذہ کا دَور دَورہ رہا اول اُن کے نام تقدیم و تاخیر کی ترتیب سے لکھے ہیں۔ پھر ہر ایک کے کلام کا نمونہ دکھایا ہے۔ اور اپنی فہم ناقص کے مطابق ہر دور کی خصوصیتیں جتائی ہیں۔ خاتمۃ الباب شیخ علی حزیں ہیں۔ بنارس جا کر ان کی قبر دیکھو۔ بیکسی کہہ رہی ہے کہ باغِ سخن کا بلبل زار ناٰلوں سے چور، حسرتِ بہار کو دل سے لگائے یہیں سو رہا ہے۔ پتھر کا دل ہو گا جو سنگِ مزار کے اشعار پڑھ کر بے تاب نہ ہو جائے گا۔ اشعار سے

زباں دانِ محبت بودہ ام دیگر نمیدانم　　ہمیں دانم کہ گوش از دوست پیغامے شنید این جا

حزیں از پائے رہ پیما بسے سرگشتگی دیدم　　سرِ شوریدہ بر بالینِ آسایش رسید این جا

دلِ حزیں سے یہ مضمون غزل کا مرثیہ بن کر نکلا ہے۔ جو جوشِ جنوں صدہا برس فارس، عراقِ عجم، خراسان، ماوراءالنہر اور ہندوستان کی خاک چھانتا رہا آخر ٹھنڈا ہو کر کاشی کی سرزمین میں خاک میں مِل گیا۔ اگر یہ سچ ہے کہ بنارس میں قیدِ حیات سے آزاد ہونے والے پھر جنم نہیں لیتے تو مان لو کہ اب قیامت تک غزل فارسی اسی قبر کی مجاور رہے گی۔ ظاہری اسباب کی تیکھی چتون بھی یہی اشارہ کرتی ہے۔ لوحِ مزار کا آخری شعر اسی انجام کی خبر دے رہا ہے۔ شعر

روشن شد از وصالِ تو شبہائے تارِ ما

صبحِ قیامت است چراغِ مزارِ ما

دَورِ اوّل۔ ابوالفرج رونی۔ منوچہری دامغانی۔ مسعود سعد سلمان۔

دَورِ دوم۔ عبدالواسع جبلی۔ خاقانی شروانی۔ انوری ابیوردی۔ ادیب صابر۔ خواجہ سنائی غزنوی۔ ظہیر فاریابی۔ سیف الدین اسفرنگی۔

دَورِ سوم۔ نظامی گنجوی۔ شاپور نیشاپوری۔ خلاق المعانی کمال اصفہانی پور بھائی جامی

دورِ چہارم۔ خواجہ فرید الدین عطار نیشاپوری۔ مولانا جلال الدین رومی۔ شیخ سعدی شیرازی۔ اوحدی مراغی۔ عراقی ہمدانی۔ ہمام تبریزی امیر خسرو دہلوی۔ خواجہ حسن دہلوی۔ خواجہ کرمانی۔

دورِ پنجم۔ سلمان ساوجی۔ حسن متکلم۔ ناصر بخاری۔ خواجہ حافظ شیرازی۔

کمال خجندی۔

دَورِ ششم۔ سید نعمت اللہ قدس سرہٗ۔ سید قاسم انوار قدس سرہٗ۔ خواجہ عصمت بخاری۔ کاتبی۔ شیخ آذری۔

دَورِ ہفتم۔ شاہی سبزواری۔ امین ترلابادی۔ درویش قاسم تونی۔ طاہر بخاری۔

دَورِ ہشتم۔ مولانا جامی۔ خواجہ آصفی۔ ہلالی استرآبادی۔ اہلی خراسانی۔ بنائی ہروی۔ سہیلی۔

دَورِ نہم۔ بابا فغانی شیرازی۔ لسانی شیرازی۔ میلی ہروی۔ غزالی مشہدی۔ وحشی یافقی۔ محتشم کاشی۔ ولی دشت بیاضی۔

دَورِ دہم۔ نتی کرہ۔ ملک قمی۔ ظہوری ترشیزی۔ شفائی اصفہانی۔ نظیری نیشاپوری۔ عرفی شیرازی۔ فیضی اکبرآبادی۔ ثنائی مشہدی۔ شاپور طہرانی۔ طالب آملی۔ اسیر شہرستانی۔

دَورِ یازدہم۔ صائب تبریزی۔ سلیم طہرانی۔ کلیم ہمدانی۔ صیدی طہرانی۔ شوکت بخاری۔ طاہر قزوینی۔ فطرت مشہدی۔ عالی شیرازی۔

دَورِ دوازدہم۔ (خاتمۃ الباب) شیخ علی حزیں لاہجانی۔

دَورِ اوّل۔ ابوالفرج رونی۔ منوچہر دامغانی۔ مسعود سعد سلمان۔

ابوالفرج رونی (مادح ابو علی سیمجور تھا۔ جو قبل ظہور دولت سلطان محمود سلاطین سامانیہ کی طرف سے صوبۂ خراسان میں گورنر تھا۔ وفات ابو علی سیمجو ۳۸۷ھ ہجری)

بیامدی صنما بردد پائے بنشستی	دلم زدوست بروں بردی ودرون خستی
نہ مست بودی وپنداشتم کہ چوں مستاں	ہمیں بہ حیلہ شناسی بلندی و پستی
سہ روز شد پس ازاں تا زدرد فرقتِ تو	نہ ہوشیاریٔ دانم کہ چیست نہ مستی
درست گشت کہ جانِ منی بدیں معنی	کہ تا زمن بگسستی بہ من نہ پیوستی
بہ جانِ جاناں اگر تو بدستِ خویش دلم	چنانکہ بردۂ امروز باز نفرستی

ولہٗ

چہ دلبری چہ عیاری چہ صورتی چہ نگاری	نہ گاہ خلوت جفتی نہ وقت عشرت یاری
بغمز عقل گدازی بجنگ چنگ نوازی	بوعدہ روبہ بازی بہ عشوہ شیر شکاری
چو بوسۂ خواہم رنگی چو صلح جویم جنگی	چو راست دانم لنگی چہ خوست ایں کہ تو داری
نہ سوزی ونہ بسازی نہ کاہی و نہ فزائیٔ	نہ بندی و نکشائیٔ۔ چہ دیو دست سواری
شگفت یوسف روئی چرا نہ یوسف خوئیٔ	بلے قرینۂ روئیٔ۔ ولیک گرگ بیاری

منوچہر دامغانی (سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں تھا) جلوس سلطان محمود ۳۸۷ھ
وفات سنہ ۴۲۱ ہجری سے

رفت اے دلبر عیار یار	نیست مرا نیز دگر بار بار
وز رُخِ رخشاں تو گلنار گشت	بر دلِ من ریختہ گلنار نار
چشمِ تو خونخوارہ ہر جادوے	ماندہ ازاں چشمک خونخوار خوار
بندہ ہوادار و ہواخواہ تست	بندہ ہواخواہ وفادار دار
دکن اے کودک و بردار جور	مہر پیش آرد بردار وار
ہجرے تو دل آزار و من آزردہ دل	دل شد از آزارِ دل آزار زار

ولہٗ

اے باعدوے ماگرفتہ زکوے ما
اے ماہروے شرم نہ داری زروے ما

نامم نہادہ بودی بہ بدخواہ جنگ جو
باہر کسے ہمی گلہ کردی زخوے ما

جستی دیافتی دگرے بر مرادِ دل
رستی زخوے ناخوش واز گفتگوے ما

اکنوں بجوے ادست رواں آب عاشقی
آں روز شد کہ آب گزشتے بجوے ما

گویند سرد تر بود آب از سبوے تو
گرم ہست آب ما کہ کہن شد سبوے ما

اکنوں یکے بکام دلِ خویش یافتی
چندی بہ خیرہ خیرہ چہ گردی بکوے ما



مسعود سعد سلمان جرجانی (مادح سلطان محمود و مسعود و ابراہیم غزنوی) جلوس سلطان مسعود سنہ ۴۲۱ھ وفات سنہ ۴۳۲ھ - جلوس سلطان ابراہیم سنہ ۴۵۱ھ وفات سنہ ۴۸۰ھ ـ

آمد آہستہ با کرشمہ و ناز
دوش نزدِ من آں نگار طراز

زلف پُر پیچ بر شکستہ بہ گل
چشم پُر خواب سُرمہ کردہ بناز

بر نہادہ بر ابرواں چوگاں
تیر غمزہ بچشم تیر انداز

گفتمش چوں روی بنومیدی
جنگ مانند مار کرد آغاز

اے نیازے مرا نیاز بہ تست
در چہ دارد بمن زمانہ نیاز

من چو پرداختم بمہر تو دل
تو زمانے بوصل من پرداز

ولہٗ

اے سلسلۂ مشک فگندہ بقمر بر
خندیدہ لب پُر شکر تو بہ شکر بر

چوں قامتِ تو نیست سہی سرِ خراماں
چوں چہرۂ تو نیست گُلِ لعل ببر بر

چنداں غم و اندوہ فراز آمدہ در دل
کاندودہ شدہ اندہ و غم یک بدگر بر

دل شد سپر جاں ز نہیبِ مژۂ تو
تا چوں مژہ زخمے نزند آخر بہ جگر بر

تا ہجر نشستہ است بہ نزدیک تو ساکن
ایں وصل سراسیمہ بماندہ است بدر بر

بر تو گزرم رشے بتابی ہمی از من
گوئی کہ ندیدی تو مرا جز بگزر بر

من بر تو ہمی ہر چہ کنم دست نیابم
اے رشکِ قمر دست کہ یابد بقمر بر

ریویو | دورِ اول سے جن اساتذہ کی چند غزلیں ملیں درج کی گئیں، نمونۂ انداز کے لئے کافی ہیں۔ عبارت و معنی دونوں پہ غور کیجئے۔ مطلع ہے، غزل کے کل شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہیں۔ مقطع نہیں۔ بندش اور الفاظ کی ترکیب لفظی صاف کہہ رہی ہے کہ قصیدہ گویوں کا کلام ہے۔ نزاکت و لطافت، استعارہ و مجاز (جو جانِ غزل ہے) معدوم ہے۔ جوش و ولولہ اور سوز و گداز بھی نہیں۔ اِن صفات کے پیدا ہونے کے دو بڑے سبب ہیں۔ ایک تصوف، دوسرا سوسائٹی کا رنگ۔ تصوف ان شعرا میں نہ تھا سوسائٹی سپاہ کے نعروں اور ہتھیاروں کی جھنکار سے گونج رہی تھی۔ نزاکت کہاں بار پاتی۔ سوز و گداز کو مصروفِ کارزار سپاہی زادہ کیا جانے۔ وہ لوگ سومنات کو دارالشرک ہونے کے لحاظ سے قابل فتح جانتے تھے۔ رہا ایں

سوز و گداز یا حسن کا جلوہ دیکھنا یہ نازک خیالی متاخّرین کے حصّہ میں آئی۔ غالبؔ کہتے ہیں ؎

بہ سومناتِ خیالم درآے تا بینی
رداں فروز برد دوشہاے زنّاری

ابوالفرج رونی اور منوچہری کی غزلیں پڑھ کر جب مسعودؔ سعد سلمان کی غزل میں یہ شعر نظر آتا ہے ؎

زلف پُرپیچ بر شکستہ بہ گل
چشم پُرخواب سُرمہ کردہ بناز

تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک چٹیل میدان کے بعد کوئی سبزہ زار آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ استعارہ و تشبیہ دلطافت' غزل کے واسطے کہاں تک ضروری ہے۔ مسعودؔ کا زمانہ سلطان ابراہیم بن مسعود کے عہد تک رہا۔ یہ عہد بہ مقابلہ سلطانؔ محمود و مسعودؔ کے آسائش کا عہد تھا۔ سلجوقیوں سے صلح ہوگئی تھی۔ ابراہیم کے حوصلے اتنے بلند نہ تھے جو محمودؔ و مسعودؔ کی طرح سوسائٹی میں تلاطم برپا رکھتے۔ غالباً اسی آسائش دامن کا رنگ مسعودؔ سعد سلمان کی غزل میں جھلک رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک مصروف کارزار سوسائٹی کو جس قدر سوز و گداز و محبت کے مضامین پر غور کرنے کی فرصت مل سکتی ہے اُسی قدر سرمایہ اُس دور کی غزل میں ہے۔ ان غزلوں کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشتِ قفچاق کا سیدھا سادہ ترکمان اپنے محبوب سے بات چیت کر رہا ہے۔ مضامین کو

دیکھو تو سمجھ جاؤ گے کہ جو مضامین غزل کے لئے روحِ رواں ہیں وہ اُس عہد میں پیدا ہو چکے تھے۔ معشوق کی جفا کاری، بے وفائی، وعدہ خلافی مستِ ناز ہونا، رقیبوں کے ساتھ اختلاط، عاشقِ صادق سے بے گانگی، ہرجائی ہونا، فراق کے ستم، وصال کی آرزو، سوزِ عشق، عشاق کی وفاداری، اخلاق، آزردگی، خستگی، انتظار، زمانہ کی دشمنی، اشک باری، جامہ دری، بے صبری، زرد روئی، ان کی آنکھ کی تشبیہ ابر سے، چشمِ معشوق کی خونخوارگی، بدمستی، پُرخوابی، جادوگری، تیر افگنی، بیماری، مژگاں کی تیر اندازی۔ ابرو کی کمان و چوگاں سے تشبیہ۔ رخ کی تشبیہ گل لالہ و ماہ سے لب کی صفات، پُرشکر۔ لب لعل مثل شراب (مرجان) ہونا زلف کے اوصاف۔ مشک و عنبر و قیر نامۂ گنہگاراں[1]۔ آشفتگی۔ پُرپیچ۔ قد کی سرو سہی سے۔ رفتار کی کبک دری سے معشوق کے خطاب۔ تُرک، نگار، کودک، پسر، دوست، لعبت، بُت، صنم صفاتِ معشوق، کمر بستہ ہونا، دلبر، عیار، حوری لقا، نازنین، پریرو، سیم ذقن، پستہ لب، بنفشہ مو، سوار (قاصد) کبوتر، باز۔

آج لوگ ایشیائی شاعری کے مضامین کو ان نیچرل (Unnatural) بتاتے ہیں۔ تم اوپر کے مضامین کو غور سے دیکھو۔ عہدِ محمود و مسعود کا تصور باندھو۔ خراسانیوں کی افتادِ مزاج اور رسوم پر نگاہ ڈالو۔ غزنین اور خراسان کی جغرافیائی حالت سوچو، پھر انصاف سے کہو کہ ان میں کون سی بات ان نیچرل ہے۔

---

[1] دیکھو زلف کی تشبیہ "نامۂ گنہگاران" سے کیا اشارہ کر رہی ہے۔ ۱۲

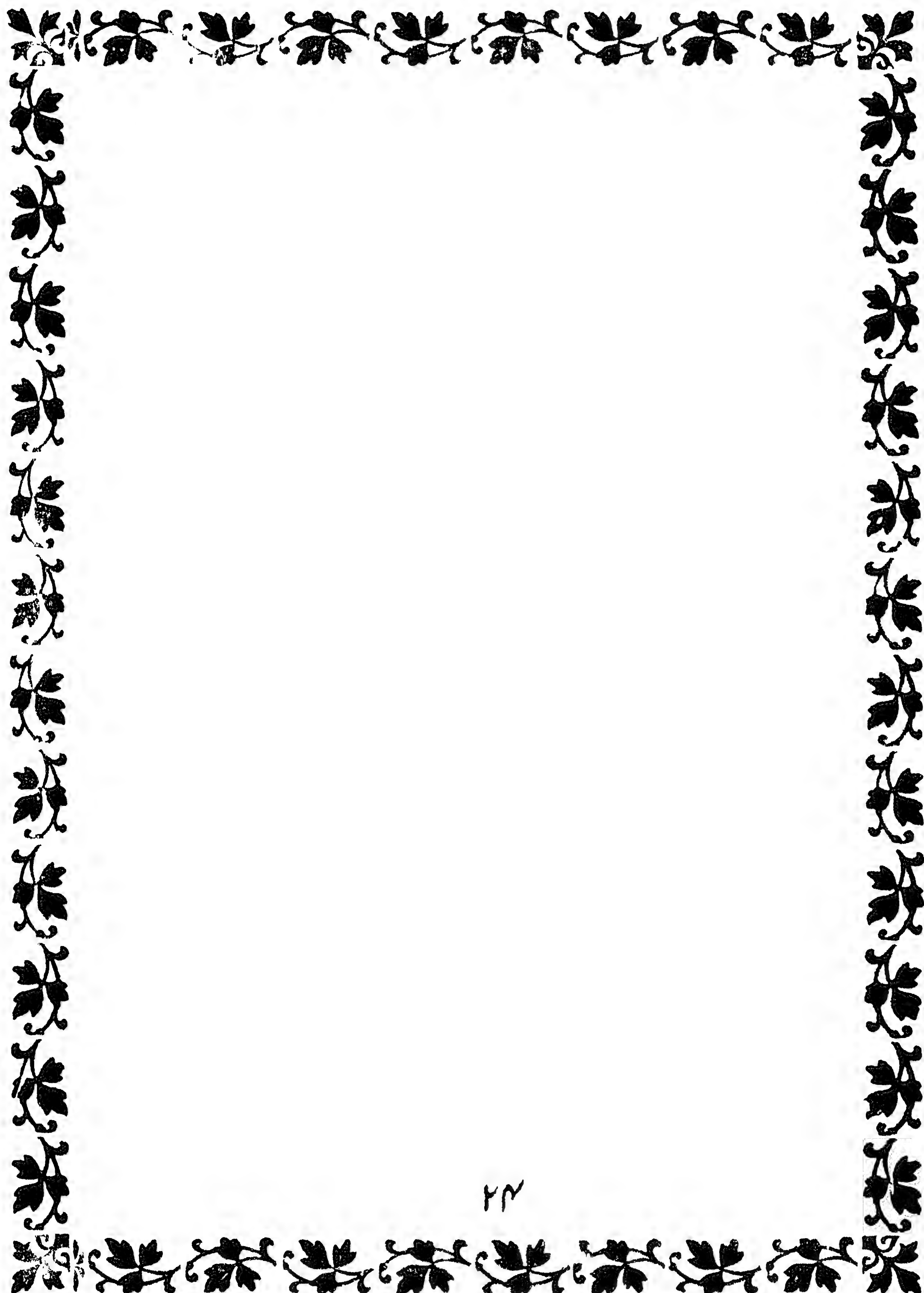
جب معشوق کی نگاہِ کرم دل میں زخم پیدا کر دے تو ایک جنگ جو جو رات دن تیر و شمشیر کے زخم لگاتار کھاتا رہا ہو اُس حالت کو تیغ زنی و تیر افگنی سے بڑھ کر کس پیرائے میں بیان کر سکتا ہے۔ وہ بنفشہ کا پیچ و تاب، کبک دری کی مستانہ خرامی، سرو کی راستی، گل و لالہ کی رعنائی رات دن دیکھتے رہتے تھے۔ پھر اگر ان چیزوں کو وہ اپنے کام میں لائے تو قانونِ فطرت کی رُو سے کس جُرم کے مرتکب ہوئے۔ درباروں کا شکوہ، مشک و عنبر، مرجان وغیرہ تکلف کے سامان ہمہ وقت پیشِ نظر رکھتا تھا، انھوں نے ان کا نام لیا تو کیا بُرا کیا۔ اصل یہ ہے کہ خود ہماری نیچر بدل گئی۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔ اِس دَور کا کلام یہاں تک ہم نے دیکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسبِ ذیل مضامین اس وقت تک غزل میں نہیں آئے تھے۔

واعظوں پر پھبتیاں، اُمورِ دین کا استخفاف، معجزات کی بے ادبی، مے و میخانہ، دیر و بتخانہ، لوازم آتش پرستی، بلبل و گل، شمع و پروانہ، انداز و ادا، لب کی صفت میں آبِ حیات و زندگی بخشی۔ آنکھ کی تعریف میں قاتل و کشتن خط و خال وغیر ذالک۔

یہ دَورِ غزنین و بخارا میں گزرا ہے جو فقہ وغیرہ علوم دینیہ کے اور علماء کے اثر کے مرکز تھے۔ سلطان محمود و مسعود کے حالات پڑھو۔ تو معلوم ہوگا کہ دونوں پر علماء کی صحبت کا کیا اثر تھا۔ اس حالت میں جو باتیں خلافِ دین تھیں وہ بآسانی قلم سے نہیں نکل سکتی تھیں۔ گل و بلبل چمنستانِ غزل میں آنے کے لئے غالباً بہارِ شیراز کا انتظار کر رہے تھے۔ شمع و پروانہ

بزم عیش وعشرت کے لوازے ہیں۔ میدانِ جنگ میں عیش وعشرت کہاں۔ لب کی حیات بخشی آنکھوں کا قاتل ہونا۔ نزاکت ولطافت کے جوہر ہیں جو متاخرین کی جانکاہیوں سے چمکے۔ دَورِ اول میں ان مضامین کا نہ ہونا ہماری شاعری کی حد درجہ نیچرل ہونے کی دلیل ہے۔

بوستانِ حسرت



بسم اللہ الرحمن الرحیم

(از بیاض سنہ ۱۳۰۳ھ) بر مطلع مشہور

الٰہی چوں سپہرم سینہ بکشا
دلم طوطی کن و آئینہ بنما



الٰہی جان و دل وارستہ فرما
دلم بلبل کن و گلدستہ بنما



الٰہی مشرقِ خرشید الفت ساز جانم را
ز نورِ حسنِ بے پایاں فروزاں کن بیانم را
خداوندا نثارِ روئے جاناں ساز جانم را
نوائے جان و تن سوزی عطا فرما زبانم را

نیّرِ رخشاں



عشوۂ رہ زنِ دیں شد منِ حیرانے را
کہ ازو نیست بجا ہوش مسلمانے را
گر بگردی بہ بیابانِ مدینہ یابی
کردہ ہر ذرّہ ببر نیّرِ رخشانے را
بنما جلوۂ زاں چہرۂ رشکِ مینو
تا کنی رو کشِ جنت دلِ ویرانے را
بر سرِ گورِ غریباں چو بیائی رونے
بینی افتادہ بہر گوشہ ارمانے را

دل پر پرے اگر برده ز من نیست عجب [عـ۵]
اہرمن برده ز کف مہرِ سلیمانے را

اے نسیمِ سحری رشحهٔ فیضے ز آں کو
تا زنی آبِ تسلّی دلِ سوزانے را

جز دو زلفش که خوش آسوده بقربِ عارض
که نشاں یافته آسوده پریشانے را

گر خرامی بصفاہانِ خیالم بینی
رونما خواسته ہر جلوهٔ ایرانے را

طبعِ حسرت بروانی ست ازاں دُر دانه
گوہرے گشته سببِ جوششِ عمّانے را

۱۴؍ صفر المظفر سنہ ۱۳۱۹ھ

عـ۵ پسندیدہ جناب خواجہ عزیز الدین صاحب عزیزؔ لکھنوی۔ ۲۹؍ جمادی الآخر سنہ ۱۳۱۹ھ

بر طرحِ مرزا صائبؔ مرحوم

ع ؎
از لبِ شیریں ادائے گشتہ شیریں کامِ ما
بخت را نازم کہ شد آرامِ جانی رامِ ما

پرتوے تا یافتہ از جلوۂ ماہِ عرب
صبحِ صادق رشک از برِ صفائے شامِ ما

گر بہا تر دامنی بر زاہدِ خشک ما کند
ننگ دارد نام بد از ننگِ ما و نامِ ما

طبلۂ عطار از بوئے خوشش باشد مشام
رشکِ گلشن بسترست از سروِ گل اندامِ ما

ع ؎ هر کہ دولت یافت شُست از لوحِ خاطر نامِ ما۔

از وفورِ انتظارِ آں تدروِ خوش خرام
حلقہائے چشم گشتہ حلقہائے دامِ ما

سالہا شد در بیابانِ طلب سرگشتہ ایم
آں غزالِ خوش ادا روزے نگشتہ رامِ ما

زاتصالِ عارضِ پرنور و زلفِ مشک فام
گشتہ ہم آغوش گویا صبحِ ما و شامِ ما

کے بود ما را ہوائے آبِ انگوری کہ ہست
لعلِ نوشش نقلِ ما و چشمِ مستش جامِ ما

ہمتِ ما سر تہی آرد بمال و زر فرود
دولتِ ما بس بود آں شوخِ سیم اندامِ ما

رہروانِ شوق از ما سالہا آرند یاد
نقشہا انگیخت در راہِ محبت گامِ ما

گرچہ دوریم از حریمِ جانفزائے وصل لیک
خوش بیادِ دوست می آید بسر ایّامِ ما

از سرِ ما شد بروں حسرت ہوائے سیرِ باغ
زینتِ کاشانہ تا شد شوخِ گل اندامِ ما

۱۳ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۱۹ھ

بر طرح خواجہ حافظ شیرازیؒ

حیات تازہ خیال لبت تمنا را
نوید عیش بہار رخت تماشا را
نگاہ گرم نتابد عذارِ گلگونش
بخواب بینم اگر آں نگار رعنا را
بجان شوق زنی آتشے زتابشِ حسُن
بچشم مہر فزائی رواں تمنا را
زتاب جلوہ کند تا نگاہ را مدہوش
بنور بادہ بر افروخت روئے زیبا را
کشیم منت بخت بلند خود روزے
کہ در کشیم ببر آں بلند بالا را

شکستہ رنگ گلستاں بہار رخسارت
لب چو لعل تو در خوں نشاندہ صہبا را

فغاں کہ آں بت مشغول ہوش و مسرت
بجلوۂ نہ نوازد حبیب شیدا را

ز شور پستۂ تو گشتہ عیش شیریں تلخ
ز تاب زلف تو تار ست روز لیلیٰ را

دم کلام چو تنگ نبات بکشائی
شکر بکام کنی طوطیٔ شکرخا را

دلم[عـه] بساغر و مینا تہی کشد حسرت
کہ بردہ نرگس مستانۂ ز خود ما را

عـه این شعر را خواجه عزیزالدین عزیز لکھنوی پسندیده ۱۲ -(۱۳ رجب سنه ۱۳۱۹ھ)

بر طرح میرزا صائب مرحوم

احاطہ کرد خط آں آفتاب تاباں را
گرفت خیلِ پری در میاں سلیماں را
جمالِ روئے تو داغ ست ماہ تاباں را
بہار کوئے تو خارے بدل گلستاں را
ز چشم سرخوش ساقی اشارہ کافیست
دلم بہانہ جوید شکستِ پیماں را
زمینِ اشک عدن در کنار دامانم
ز فیضِ داغ گلستاں بیر گریباں را
فدائے زخمِ نگاہت ہزار مرہم باد
نثارِ دردِ تو سازم ہزار درماں را

بہجر کوئے تو روزم گلیم شب بر دوش

ز تاب روئے تو روزے شبِ شبستاں را

ز نور عارض تو رختہا بظلمت کفر

بکفر زلف تو روے نیاز ایماں را

بیاد روئے تو یارب زدم بشوقے دوش

کہ دل ز دست شد از فرط ذوق زنداں را

زجور ہجر تو جانم فگار و دل ریش ست

صبا بعجز رساں ایں پیام جاناں را

شفق بشوق لب لعل تو جگر خوں کرد

سحر بیاد رخت چاک زد گریباں را

جنوں بجوش و نماندہ است دامنے با من

سزد کہ چاک زنم دامن بیاباں را

سخن ز ظلمت و آبحیات کوتہ کن
میاں زلف سیاہش نگر زنخداں را
تبسم تو نسیم چمن سپئے حسرت
نگاہ مہر چو موج حیات ارماں را

٩ر جمادی الآخر سنہ ١٣٢٠ھ



بالبداہہ

بہ منشی امتیاز علی خاں عرشیؔ

ناظم کتاب خانۂ ریاستِ رامپور

باستدعائے قدوم

حبیب منزل

ز قدومِ خویش نازشے بادلِ بانیاز بخش
بہ حبیبِ بینوائے خود طرۂ امتیاز بخش

۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۳ ہجری



بر غزل نظیری نیشاپوری

جذا عشق کہ ناکام بکام ست اینجا
جستنِ خواہشِ دل جملہ حرام ست اینجا

مستی و بیخبریہاست ہمہ در رہِ شوق
بصلاح و ورع و عقل سلامست اینجا

در رہِ عشق خرد مند بماند حیراں
عقلِ کل سر بگریباں چہ مقامست اینجا

وا اسفا مملکتِ عشق دیاریست غریب
کہ شہِ غازی محمود غلام ست اینجا



نقشِ اوّل[عہ]

اگر جز یاد تو دارم خیالے
خداوندِ جہاں بخشاد حالے
کہ از نظارہ اش کروبیاں را
برآید از دروں آواز دردا

عہ ایں اول شعر است کہ موزوں کردم



بر طرح طالب آملی

ہوائے باغ بہجر تو سازگارم نیست
جدا ز کوئے تو ذوقے بہ نوبہارم نیست

چو سرمہ گشتم و کوئے تو در نظر ندارم
براہِ عشق تو جاں دادم و قرارم نیست

دلم ز جوشِ بہار و کنارِ جو نکشود
کہ آں نگارِ گل اندام در کنارم نیست

ز فرطِ شوق ہمہ چشم و تماشا نیست
فتادہ ام بسرِ راہ و شہسوارم نیست

طالب آملی

ع ۵ مریضِ عشقم و جز داغ سازگارم نیست　　علاجِ دردِ بجز نالہائے زارم نیست

خیالِ روئے نگارے مرا ز خود بردہ است
دماغِ بوئے گل و جلوۂ بہارم نیست

بذوقِ دردِ تو با چارہ گر نپردازم
بداغِ عشقِ تو پروائے غمگسارم نیست

بغیرِ زلفِ سیہ فام و عارضِ پر نور
نشاطِ لیلِ من و رونقِ نہارم نیست

بغیرِ چہرۂ گلگونِ شاہدِ شنگول
بہارِ باغِ من و جوشِ نو بہارم نیست

بپردہائے دل و چشمِ من نہاں حسرت
من و خدائے کہ جز جلوۂ نگارم نیست



بر طرح شفائی اصفہانی

آمد بہار و جلوۂ بستانم آرزوست
ہم نالگی بمرغِ غزلخوانم آرزوست
نے خوشدلی نہ جلوۂ بستانم آرزوست
بیتابیِ جنون و بیابانم آرزوست
بادِ چمن علاجِ تپِ دل نمی کند
عیسیٰ دمی زِ گوشۂ دامانم آرزوست
ماہِ دو ہفتہ ظلمتِ ہجراں نمی برد
عالم فروز شمعِ شبستانم آرزوست
دارم امیدِ صلح از اں چشمِ جنگ جو
جمعیتے ز زلفِ پریشانم آرزوست

سودائے شوق بیخبر از حد و غایت ست
جاں برلب ست و جلوهٔ جانانم آرزوست

بهر نثارِ مقدمِ آں شاهِ دلبراں
عجزِ گدا و شوکتِ سلطانم آرزوست

خواهم شرابِ تند ز ساقیِ مست ناز
سامانِ بیخودی فراوانم آرزوست

پژمرده خاطرم ز گل و لاله نشگفد
گلچهرهٔ بهارِ گلستانم آرزوست

طبعم ملول گشته ز هنگامهٔ جهاں
آسودگیِ گوشهٔ زندانم آرزوست

حسرت ز بوئے باغ دماغم نمی رسد
بوئے وفا ازاں گلِ خندانم آرزوست

بر طرح امیر خسرو دہلوی

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست

لالہ ہمرنگِ تو در دامن گلزار نیست
بوئے مشکین زلفِ تو در طبلۂ عطار نیست
شور وحشت شد ز سر ہا نیست پائے در طلب
رسمِ جانبازی زیبا آمد سرے بردار نیست
طبعِ نازک بے نیاز از قیدِ رسم افتادہ است
رشتۂ الفت چو دارم حاجت زنار نیست
از ہوائے مشک سا و سبزۂ دلکش چہ سود
چوں بچشم جلوۂ آں آہوئے تاتار نیست

غنچہ را شکلِ دہن شد شیوۂ گفتار کو
سرو را قدِ سہی شد فتنۂ رفتار نیست

نیست دولت در جہاں جز وصلِ شوخِ سیمتین
نقدِ عیشی در زماں جز دولتِ دیدار نیست

لطفِ چشمِ مست تو در بادۂ گلرنگ کو[1]
ذوقِ جامِ لعلِ تو در ساغرِ سرشار نیست

در بہاراں سیرِ گلشن غنچۂ دل وا نکرد
چوں بہارِ گلشنم آں غیرتِ گلزار نیست

نیست کارے با طبیبِ شہر رنجورِ ترا
گشتہ مسکیں مبتلائے دردِ دل بیمار نیست

---

[1] کیف۔

دیدۂ کز عشقِ جاناں می نبارد سیلِ اشک
درخورِ جناتِ عدن تحتہا الانہار نیست

از بنِ ہر موے حسرت نالہا سر میزند
نغمہاے دلکشا دربندِ چوب و تار نیست

۲ صفر سنہ ۱۳۲۰ ہجری



برطرح میر حسن دھلوی

عالمِ حسن از جہانے دیگرست
پیکرِ جاناں زجانے دیگرست
حرفِ واعظ دلفریب آمد بچشم
چشم فتاں را بیانے دیگرست
دو جہاں آنجا فدائے جلوہ
منزلِ جاناں جہانے دیگرست
بیخودیِ ما ز ذوق جلوہ
خلق را بر ما گمانے دیگرست

ہرزماں از غیب جانے دیگرست۔

از بدخشان لعل و از عمان گہر
جوہرِ طبعم ز کانے دیگرست

شد تہی از جان جہان و عشق را
لب ترنم ریز جانے دیگرست

فتنۂ گردوں بکویش خاک بوس
ایں زمیں را آسمانے دیگرست

از گل افشانِ تبسم بر رخش
ہر نگاہے بوستانے دیگرست

عشق را ہر دم تمنائے دگر
حسن محوِ ذوقِ شانے دیگرست

پرسشِ درمانِ دلِ ما خوش نکرد
درد را لطفِ نہانے دیگرست

بے ستوں خواند حدیثِ کوہکن
بے نشاناں را نشانے دیگر ست

بر لب خونِ شہیداں قصہاست
بے زباناں را زبانے دیگر ست

نغمہائے طوطی و بلبل خوش ست
حسرت ما را فغانے دیگر ست

۹ ر ذی حجہ سنہ ۱۳۱۱ ہجری

برطرحِ خواجہ حافظ شیرازیؒ

اے نسیم سحر آرام گہِ یار کجاست
منزلِ آں مہ عاشق کشِ عیار کجاست

روز من گشتہ سیہ جلوۂ دلدار کجاست
سینہ خوں گشتہ زغم مرہم دیدار کجاست

فصل گل رفت و دلم غنچۂ نشگفتہ ہنوز
آں بہارِ ارم و نازشِ گلزار کجاست

خار خارِ غم ہجراں بدلم خار شکست
اے نسیم سحری آں گلِ بیخار کجاست

عیشِ من تلخ شد از سختیِ ایام فراق
یارب آں لعلِ و آں نخش شکربار کجاست

روزگاریست دلم چہرۂ مقصود ندید

پیکِ فرخندہ پَیِ مژدۂ دیدار کجاست

سرو و شمشاد بگلشن قدِ رعنا دارد

تا رود دل ز کفے شیوۂ[لہ] رفتار کجاست

بادِ جاں بخش و چمن خرم و مہ نور فشاں

ساقیِ ماہ وش و ساغرِ سرشار کجاست

خلق را بسکہ گمانہاست بہشیاریِ خویش

جلوہ فرما و یکے پرس کہ ہشیار کجاست

از تپِ ہجر بجاں آمدہ مسکیں دلِ من

مایۂ صحت دل نرگسِ بیمار کجاست

لہ فتنۂ۔ (اصلاح برادر مکرم مزمل اللہ خاں صاحب)

با بوےعہ مشک ندارد سرو کارے سر ما
کاکل یار کجا نافۂ تاتار کجا ست

سردیِ زہد نازو بدل ما حسرت
مایۂ گرمیٔ دل خانۂ خمار کجا ست

۱۲ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۰ھ

ع سر آشفتہ ندارد سرے با مشک تتار۔

عہ خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی مرحوم نے بوئے مشک اور گیسوئے یار کے داؤ کے اخفا پر اعتراض فرمایا تھا۔ اصلاح کی گئی۔

ن گیسوئے۔

از بیاض سنہ ۱۳۰۳ھ

سرایم گر ز بزمے داستانے

زبانم را کنی جادو بیانے

آغاز برشکال

ز فضلش ببارید بارانِ رحمت
بیا سود مخلوقِ رحمٰن ز زحمت

۱۲ شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۶ھ

برطرح مشهور

بیدلاں سینہ ز داغت چمنے ساختہ اند
شمعہا سوختہ و انجمنے ساختہ اند
ایں ہمہ پاکیِ گوہر نتواں یافت بخاک
مگر از شیرۂ جانت بدنے ساختہ اند
غنچۂ ولالہ و گل نرگس و سنبل داری
چشم بد دور زرویت چمنے ساختہ اند
خاکسارانِ رہ او کہ خوش آسودہ بخاک
خانہا راز دہ آتش وطنے ساختہ اند
بے نیازانہ ز سیرِ گل و گلشن گزرند
بیدلانیکہ بگل پیرہنے ساختہ اند

منت رائحۂ نافہ و غنچہ نکشند
سرخوشانیکہ ببوئے دہنے ساختہ اند

جلوہ کردی و در وہم ارم افتادند
خندہ کردی و در دُرِّ عدنے ساختہ اند

می تواں یافت ز شیرینیٔ شعرت حسرت
کہ ترا مائلِ شیریں سخنے ساختہ اند[ع]

۱۲ر شوال سنہ ۱۳۱۹ھ

[ع] توارد بہ عرفی شیرازی۔

برطرح خواجہ حافظ شیرازی

"دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند"



شکر للہ کہ ز وصل تو براتم دادند
وز ستمہائے شب ہجر نجاتم دادند

تلخی ہجر ز کام دل و جانم بردند
ذوق وصل بت شیریں حرکاتم دارند

خندہ بر درج گہر کاسہ چشم دارد
بسکہ از دولت حسن تو زکاتم دادند

چشم سرمست بدل ساغر عشرت پیمود
وز مئی ناب لبش آب حیاتم دادند

زہرِ ناکامی عمرے چو بکامِ دل بود
بتِ شیریں لبے چوں شاخِ نباتم دادند
گر بشکرانہ دل و جاں بفشانیم رواست
کہ بتِ مہوش فرخندہ صفاتم دادند
دوش[۵] حسرت بسرم آمدہ آں سروِ بلند
حبذا اللہ چہ عالی درجاتم دادند

۴ رمضان ۱۳۲۱ھ

۵؎ اخترم شعشعہ بر چرخ نظیری زدہ است
کس چہ داند کہ چہ عالی درجاتم دادند (نظیری)



بہ محبی مولانا ابو الکلام (آزاد)

وارد گل مرغ کشمیر

محو نظارۂ گل مرغ نگارے دارم
کز خیالش بہ دل زار بہارے دارم
اے نسیم سحری گر بہ حضورش گزری
عرضہ دہ شوق کہ در جان فگارے دارم
ور بپرسد کہ مگر شوق پیامے دارد
سر فرود آر و زمن گوے کہ آرے دارم

"دور دستان را بہ نعمت یاد کردن ہمت ست
ورنہ ہر نخلے بہ پائے خویش افشاند ثمر"

اسیر آزاد:-
حبیب

۵ رمضان مبارک ۱۳۶۳ھ

اشعار در اشعار رسیدن دیوان

حمید الزمان خان صاحب

شاہجہانپوری الموسوم بہ ریحان حمید

منظر دیدۂ مشتاق در آوان سعید
رشک دامانِ چمن شد ز تو "ریحانِ حمید"
غالیہ سا شدہ از فیضِ قدوم تو مشام
گوئیا بادِ بہار از طرفِ خلد وزید
ہمچو تو لالۂ خوشرنگ زکہسار نخاست
مثلِ تو یک گل رعنا بہ گلستاں ندمید
صفحہا روکش بستاں بجمالِ تحریر
نقطہا غیرتِ انجم زضیاء تسوید

سطرہا مثلِ جداول بمیانِ گلشن
ازبیاضِ ورقت شانِ جوئے شیر پدید
روزیت باد بآفاق قبولِ خاطر
حافظِ صاحبِ دیوان بجہاں ربِّ حمید

ذی حجہ سنہ ۱۳۵۰ ہجری



مخمس بر غزل مولانا جامی مرحوم

دل من گدائے نوال محمدؐ
سرِ من فدائے جلال محمدؐ
ہمہ فیضیاب از کمال محمدؐ
جہاں روشن ست از جمال محمدؐ
دلم زندہ شد از وصال محمدؐ

خوشا صدق را منزلِ عزوجاہے
خوشا اہلِ حق را ز شیطاں پناہے
خوشا جلوۂ قدس را بارگاہے
خوشا منزل و مسجد و خانقاہے

ترمیم - ما من -

که در وے بود قیل و قال محمدؐ

تعالی اللہ[1] تنویر روئے دلآرا

که پُر نور فرموده ارض و سما را

تجلّی ازو قلب اہل صفا را

خوشا چشم کو بنگرد مصطفا را

خوشا دل که دارد وصال محمدؐ

کسے را ز افکار[2] دنیا ملالے

کسے بسته دل را بخطے و خالے

کسے را گراں سر ز فکر محالے

بود در جہاں ہر کسے را خیالے

مرا از ہمه خوش خیال محمدؐ

---

[1] زہے شانِ [2] آشوب - افکار کا نسخہ ہے - [3] اوضاع -

ز نور رخش فیض جو ماهِ کامل
بگرد سرش مهر گرداں چو سایل
بصبح ازل نور سیماش[عہ] شامل
بوصف رخش والضحیٰ گشته نازل
چو واللیل شد وصف خال محمدؐ

ز خاک رهش فخر خاقان عالم
گدایان درگاه شاهان عالم
سگ کوئے جاں بخش جانان عالم
بروئے زمیں گشته سلطان عالم
همه آں کو بود پائمال محمدؐ

عہ ترمیم عکس ۔

غلام درِ اوست حضرت گرامی
بود بالِ تاج شہاں ایں غلامی
به عز[1] و شرف شد بکونین نامی
بصدق و صفا گشته بیچاره جامی
غلام غلامانِ آل محمدؐ

بشوق طلب در رهِ عشق پویاں
بگشتم بگرد جهاں حسن جویاں
هوالله خواناں هوالحسن گویاں
بآفاق دیدم همه خوب رویاں
نمی یافتم جز ظلال محمدؐ

۲ شوال سنه ۱۳۶۱ هجری

---

[1] بحبت نبی۔

برطرح غزل جناب اُستاد معظم

مولوی

عبدالغنی خانصاحب غنیؔ

آں عارض تابانش مخفی بنقاب اندر
یا گشتہ مہِ کامِل پنہاں بحجاب اندر

از لیستہ پر شورش سوزے بجاب اندر
وز نرگس فتانش شورے بشراب اندر

با موئے ازاں گیسو داریم دو صد سودا
یک ذرہ نمی گنجد شوقم بحساب اندر

بیخود شدہ ام تامن زاں جلوۂ مستانہ
باللہ کہ نمی یابم کیفے بشراب اندر

از پرتو حسن مجو بست کا افتاده
سرّ سے بحجاب اندر رمز سے بکتاب اندر
ساقی نبود مارا میلے بسبوے صہبا
خوش نشّۂ مردافگن باشد بشباب اندر
از پردۂ دل خیزد صد نغمۂ داؤدی
حاشا کہ بود مارا ذوقے برباب اندر
سرگشتۂ شوق را خارے زگلے خوشتر
لب تشنۂ راہت را راحت بسراب اندر
از لطفِ تو آبادی خواہد دلِ ویرانم
ای جلوۂ معموری از تو بہ خراب اندر
صد دفترِ حکمت خواں از جنبش ہر موجے
یک عالم عبرت ہیں پنہاں بحباب اندر

از رخ چو کشد برقع حسرت چه رُود بر ما
شوخیکه بجانم زد آتش بنقاب اندر

۶, صفر المظفر سنہ ۱۳۱۹ ہجری



خدا سازد نصیبم وصل......

پریشاں خاطرم از فصل........

ندارم احتیاج جام بلور

کہ سرمستم ز سیمیں رطل.......

مرا ہر دم فزاید جاں بلطفے

زہے احسان و جود و بذل.......

فدائے ساعتے گردم کہ قاصد

بمن آرد نوید وصل.......

عہ حسب الفرمائش بعرصۂ کم از دو ساعت گفتہ شد۔

برآورد آں نگار شیرۂ جاں

زہے پاکیزہ گوہر نسل........

مزین دودماں بنگش از وے

کہ زیں آب نوشتند اصل........

ہنر را فخر از ذات گرامیش

خرد حیرت زدہ از فضل........

بدلداری بر و ختم ست شاہی

بمحبوبی مسلّم فضل........

مساوی کفۂ میزان حسنش

دو شاہد بس گواہِ عدل........

سرورِ جان بیفزاید ز ہزلش

ز جدّ دیگراں بہ ہزل........

بنازو نامه از املاء نامش
خوش افتاده ردیف غزل........

یمن خونیں جگر شد از عقیقش
بدخشاں خوں بدل از لعل........

دهد تلخی به شیریں شور حسنش
بود شیرینیم از لعل........

صحبت

جلیس حجلۂ دل قصّۂ او
انیس خلوت جاں نقل........

زلیخا را بود غیرت ز حسنش
بود رشک زبیده شکل........

مرا بیتاب دارد شوق دیدار
ببینیم کاش روزے شکل........

بہردم یادِ دردِ حسرت
ہمیشہ ذکر حسرت شغل.......
شود کشت امل سیراب روزے
کہ حسرت برخورد از وصل......

بوقت شب - ۲۱ صفر سنہ ۱۳۱۹ھ

بشرح صدر از جانب او[عہ]

شدم گرفتار حبیبم
زخود رفتم ز رفتار حبیبم
سرور دل ز دیدار حبیبم
کند جاں تازہ گفتار حبیبم
مرا مدہوش کرد آں چشم مخمور
شدم سرمست و سرشار حبیبم
دلم شیدائے نثر دلفریبش
سرم سرخوش ز اشعار حبیبم

عہ بمناسبت واقعہ اینجا نوشتہ شد۔

شدم مجروح تیغ ترک چشمش
فگارم کرده سوفار جبیبم
بدل جویائے وصل جانفزایش
بجاں مشتاق دیدار جبیبم
قرار از دل ببرده طرۂ او
دلم از دست دستار جبیبم
مرا بیتاب دارد دل بسینہ
بیان شوخ و طرّار جبیبم
بروز و شب بصبح و شام ہستم
بجان و دل طلبگار جبیبم
ازاں نوروزیم باشد طرب بخش
کہ جاں بخشد ز اخبار جبیبم

سر و هوش و روان و تن فدایش
قرار و صبر ایثار جبینم
بود مرغوب انداز لطیفش
بود محبوب اطوار جبینم
دلم لرزد چو می آید خیالش
ندارم تاب پیکار جبینم
گل غیرم بود از خار بدتر
ز گل خوشتر بود خار جبینم
بمعشوقی کنم گر جلوه وقتے
کنم صد عشوه درکار جبینم
بقد سرو و بمو سنبل بعارض گل
همانائے که گلزار جبینم

بنفشہ زلف عنبر جعد گل رو
بدیں سامان عطار جبیم
مفرّح سیب و رمّانین دارم
شگفتہ باغ اثمار جبیم
بفن دلبری یکتائے عہدم
ز فرط حسن دلدار جبیم
بلطفِ حسن می بخشم نشاطش
بحسن لطف غمخوار جبیم
متاع حسن کالائے دوکانم
محبت جنس بازار جبیم
خیالم رونق بزم خیالش
جمالم زیب دربار جبیم

سرم سرخوش ز جام عیش باشد
رسم چوں من بسرکار حبیبم
بدل باشم طلبگار رضایش
بجاں باشم پرستار حبیبم

۲۲ صفر سنہ ۱۳۱۹ ہجری

کتابخانہ رامپور یک مجموعۂ بے لطف اشعار اُردو

شائع کرد مسمی بہ "اوراق گل" برآں ایں شعر نوشتہ شد

کسے عنادل را فروزد شمع دل
چوں ندارد رنگ بو "اوراق گل"

نعت

ای بادِ طیبہ رحمتے بر خستہ حالیم
بر آستانِ پاک رساں زار نالیم
اول زمن درود بخواں پیش آنجناب
زاں بعد گوئے قصۂ آشفتہ حالیم
کاے مامنِ شکستہ دلاں وی پناہِ خلق
من بندہ کمینۂ درگاہ عالیم
ای فخرِ اوّلین و مباہات آخریں
از نسبت تو مژدہ فرخندہ فالیم
اے آرزوئے عرش تراب نعال تو
دستم بگیر و امن دہ از پائمالیم

اے ابر جود فیض بکشت فسردہ ام

اے گنج فیض جود بداماں خالیم

اے رحمتِ خدا بحقِ جہانیاں

رحمے خدا ئرا بحق زار حالیم

آمد زپا نہالِ من از صرصرِ گناہ

پامال کردہ نفس چو نقشِ نہالیم

رویم سیاہ شد زسیہ کاریٔ وام

مویم سپید گشت و نشد تیرہ پالیم

برباد رفت عمر دریں خاکدان وحیف

از سر نشد ہوائے پریشاں خیالیم

اسلاف شیر مرد وغا بودہ اند و من

پامال پیر گربۂ چوں شیر قالیم

شوقِ تو در سرم کہ بود خاکِ راہِ تو
موجے ز کوثرست بجام سفالیم
مہرِ صحابۂ تو بود مہرِ دینِ من
توقیع جنت ست تولائے آلیم
روحِ مرا سرورز انفاسِ انس بود
آبی برو ز خاکِ نعالِ بلالیم
حسرت اگرچہ رخت رخصیم باصلِ خویش
از داغِ بندگیٔ نبی جنس عالیم
یارب ز فضلِ خویش و طفیلِ نبی بدار
بر شرعِ مستقیم چو قطبِ شمالیم

۲۱ صفر سنہ ۱۳۱۹ ہجری



بر طرح خواجہ آصفی

زجامِ لعلِ تو مستم شراب راچہ کنم
خوشم ز سوزِ دلِ خود کباب راچہ کنم
زچشمِ مستِ تو مستم شراب راچہ کنم
زتابِ حسن تو سوزم کباب راچہ کنم
حدیث دوست بگوشم رسد ز پردۂ دل
حکایتِ نَی و صوتِ رباب راچہ کنم
نکردہ جلوہ بتِ شوخ و باختم دل و دیں
اگر برافگند از رخ نقاب راچہ کنم
شمیم لطف بجانم وزد ز منزلِ دوست
ہوائے گلشن و بوئے گلاب راچہ کنم

توانم اینکہ لب خود بمی نیالایم
سیاہ مستیِ عہد شباب را چہ کنم

یقین بوعدہ ودانم کہ ہست فردائے
ہجوم آرزوئے بیحساب را چہ کنم

من و خیال رخے بینیازم از گلشن
من و جمال سحے آفتاب را چہ کنم

تواں بسینہ نہاں داشت راز و حسرت
لب فسردہ و چشم پُر آب را چہ کنم

۱۶ر شعبان سنہ ۱۳۱۹ھ

علامہ شبلی از حیدرآباد۔ ۱۹ر دسمبر سنہ ۱۹۰۱ عیسوی

* خدا کی قسم غزل کی غزل مرصع اور یہ شعر تو دل میں رکھ لینے کا ہے۔" ع

"اگر بر افگند از رخ نقاب را چہ کنم"

(از بیاض ۱۳۰۳ھ)

رویت بسیر باغ ندیدم گریستم
دیوانه وار آہ کشیدم گریستم

درد اعنان ضبط و شکیبم شده زدست
نامت زہر کسیکه شنیدم گریستم

جوش نیاز جانب کوے رقیب برد
صدجا بنقش پات خمیدم گریستم

ہجر تو تلخ ساخته عیشِ مدام ما
گر باده بے رخِ تو چشیدم گریستم

وامق چه شد مرا که بیک جلوۂ نگار
طومار عقل و ورع دریدم گریستم

ع۵

در حریم وصل جانانم وطن خواہد شدن
شمع بزم اُنس آں ماہ ختن خواہد شدن
از فسون عشق من روزے بچشم شوخ یار
نشۂ صہبائے اُلفت موجزن خواہد شدن
رخت رُزے در حریم وصل او خواہم کشاد
شام غربت رکش صبح وطن خواہد شدن
تازہ جانے وصل جانانم بہ تن خواہد دمید
قصہائے محنت ہجراں کہن خواہد شدن

ع۵ " گل گریباں "

تاکہ از نوش لبت شیریں دہن خواہد شدن۔
تاکرا جیب گلگت رشک چمن خواہد شدن ،

دل کہ ویران و خراب ترکتاز حسرت ست
از ہجوم آرزوہا انجمن خواہد شدن

از شمیم جانفزا آسودہ خواہد شد مشام
زاں گل رعنا کنار من چمن خواہد شدن

برق جنبش خرمن صبرم بخواہد پاک سوخت
عشوہائیش آفت تمکین من خواہد شدن

جیب و داماں را کند لبریز گلچین نگاہ
زیب بستر شاہد گل پیرہن خواہد شدن

چوں نخواہد داشت تاب بوسہائے بیدریغ
آں لب میگوں برنگ یاسمن خواہد شدن

خندۂ جاں بخش خاطر را ببخشد انبساط
باعث تفریح دل سیب ذقن خواہد شدن

خودنما وقتیکه خواهد گشت حسرت حسنِ دوست
مردافگن جلوهٔ پرتو فگن خواهد شدن

در ربیع الآخر سنه ۱۳۱۹ هجری

لاادری

باروغن گاؤ اندریں روز خنک
نیکو باشد هریسه و نان تنک

(از بیاض سنہ ۱۳۰۳ھ)

چناں از آتش الفت شدم صافی ز آلایش
کہ یکسر سوختہ وہم و تخیل در دماغ من
ز بس در حسرت چشمے ہمہ عمرم بسر آمد
نمی روید گلے جز نرگسِ شہلا بباغ من
من آں رندمے آشامم کہ با صد آرزومندی
بریزد بادہ پر زور جم اندر ایاغ من

ع بلیند از دہی جمشیدمی



بر طرح آزردہ

شبے مستانہ گر آید مرا جانانہ در پہلو
ز فرطِ وجد خوش رقصد دلِ دیوانہ در پہلو
ز تاراج الم قصرِ طرب در دا ز پا آ مد
دلِ افسردہ در پہلو کہ صد ویرانہ در پہلو
کنم تا دیدہ وا۔ ماندہ ز دل خاکستر و دودے
دمے چوں برق کردہ گرم جا جانانہ در پہلو
شبِ یلدائے ہجراں پارہ از زلف لیلیٰ ہست
ز قیس افسانہ در پہلو دلِ دیوانہ در پہلو

ع صراحی در بغل مینا بکف پیمانہ در پہلو

مرا از عالم شمع شبستانم دہد یادے
چو می بینم فتادہ شمع را پروانہ در پہلو

ربودے فیضہا از کیفِ چشم ساغرِ صہبا
مرا وقتیکہ بود آں نرگسِ مستانہ در پہلو

زلب ہر عضو را بر خاست شورِ آفریں و زہ
بآئینے نشاندی ناوکِ ترکانہ در پہلو

سر و سودائے خالِ او حریمِ کعبہ خوش دارم
دل و نقشِ جمالِ او بت و بتخانہ در پہلو

دماغِ ساغر و مینا کجا حسرت کہ من دارم
زیادِ چشم میگونش می و میخانہ در پہلو

۱۴ ر جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ



برطرحِ خواجہ حافظ شیرازیؒ

"چراغ روئے ترا گشتہ شمع پروانہ"

بدورِ چشمِ تو مست و خراب میخانہ
بذوقِ لعلِ تو سرگرمِ دورِ پیمانہ
نثارِ صبحِ بناگوش گوہر پروین
فروغِ شمع ترا شب چراغ پروانہ
نگاہِ مہر بحالم ز نرگسِ مخمور
چناں کہ جرعہ بمستے دہی ز پیمانہ
بہ پیشِ ماہِ تو پروین چہ قصہ پارین
بہ پیشِ زلفِ سیاہِ تو شب چہ افسانہ

نثارِ مقدم جاں بخش باد نقدِ رواں
کہ می رسد بصد اندازِ ناز جانانہ

نگاہِ شوخ[عـ۵] بچشمِ سیہ بداں ماند
کہ مستِ ناز خرامد سیتے بہ بتخانہ

زِ لطفِ پاکیٔ گوہر بجاں صفا بخشد
ہزار گوہر جانم فدائے دُردانہ

خوشا دمیکہ بیائی تو مستِ عشوہ و من
ز فرطِ وجد بگردم بگردِ مستانہ

عـ۵ پسندیدہ جناب خواجہ عزیزالدین صاحب عزیزؔ لکھنوی۔ ۲۹ رجمادی الاول سنہ ۱۳۱۹ھ

نوٹ:۔ جلسۂ دعوت در رخصت جناب مولوی عبدالغنی خاں صاحب در ہال کوٹھی برادر مکرم محمد مزمل اللہ خانصاحب رئیس بھیکن پور خواندہ شد۔

چو آشنا نگہے کرد یار بر حالم
ز فرطِ ذوق بگشتم ز خویش بیگانہ
دلم ز صحبتِ گیسوئے پُر فتنت ہشیار
ز فیضِ چشمِ تو حسرت شدہ است دیوانہ

۲۵ر صفر ۱۳۱۹ ہجری



نعت

دلم سرمست و شیدائے مدینہ
سرم سرشار سودائے مدینہ
بکیشِ پاکبازانِ محبّت
بہ از خلدست صحرائے مدینہ
ز فرطِ شوق از بہرِ نبی شد
ہمہ آغوش دریائے مدینہ
صفائے چشم بخشد خاکِ راہش
جلائے دِل تجلّائے مدینہ
شرف بر عرشِ اعظم خاکِ اورا
گرامی شانِ والائے مدینہ

پنہ از فتنہ یابم گر بیابم
تہِ دامانِ صحرائے مدینہ
بود مثلِ گدایان چشم بر راہ
سپے اضیاف درہائے مدینہ
بسازم خاکِ پاکش سرمہ چشم
رسم چوں من بصحرائے مدینہ
غلامانِ ترا حسرت غلامے
بحالش رحم مولائے مدینہ

۱۹ رجمادی الاول ۱۴۱۹ھ



نعت

دلم جوید تجلاّئے مدینہ
سرم خواہد تماشائے مدینہ
ز نورِ حق جہانرا کرد معمور
زہے فیضِ تجلاّئے مدینہ
بشانِ خود بنازم گر بیفتم
بزیرِ پائے سگہائے مدینہ
خوشا وقتے کہ جانم را نوازد
نسیم راحت افزائے مدینہ
"چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"
نباشد خلد ہمتائے مدینہ

شود تصویرِ جنت پردۂ چشم
چو بیند حسنِ زیبائے مدینہ
ملایک عزم او از آسماں کرد
زہے سرکارِ والائے مدینہ
مرا آے کاشکے حسرؔت بخواند
غلامِ خویش مولائے مدینہ

عہ زہے دولت چو حسرؔت را بخواند



تاریخ رونق افروزی

اعلیحضرت میر عثمان علی خاں بہادر آصف سابع

مدّ اللہ ملکہ و سلطنتہ در حبیب منزل علی گڑھ

بتاریخ ۲۰؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۴ھ

روز یک شنبہ وقت سہ پہر

خوشا وقت مسعود و خرم زمانہ
مکرم شدم از قدومِ شہانہ
شہِ دادگر میر عثمان علی خاں
زجودش بدامانِ عالم خزانہ

زمین بوسِ اجلال جاه و مراتب
به دربار اقبال را آشیانه
شرف یافته منزلم از نزولش
به دیں فخر گشتم به عالم فسانه (بدیں)
نوشتم سنِ این مباهات حسرت
مبارک قدومِ سعادت نشانه

۱۳۵۴ ھ



طالب رضاک

"آپ کی طبع نازک جسکو گلاب کے پھول سے تشبیہ دینا نہایت موزوں ہے۔"



اے کہ از غایتِ لطافتِ طبع
سحرِ نو بہار را مانی
از وفورِ لطافتِ جسمت
می تواں گفت پیکرِ جانی
چوں تبسّم کنی شکر ریزی
چوں تکلّم کنی گل افشانی
حُسن را از تو گرمیٔ بازار
داغ را چہرۂ فروغانی

ذوق را لذتِ طرب بخشی
بزمِ جاں را چراغِ رخشانی
باغِ امید را گلِ رنگیں
حاصلِ عقل از تو حیرانی
درد را جلوهٔ قبول از تو
شوق را مایهٔ فراوانی
نسبتِ طبعِ من بگل کردی
من فدائے چنیں ثناخوانی
باچنیں طبعِ نازک و رنگیں
دیرگه کام درجہاں رانی
از بہارِ مراد گل چینی
سرخوشِ بادهٔ طرب مانی

گفتہ طالب رضائے تو ام
من و یزداں کہ من فدائے تو ام

شوال سنہ ۱۳۱۷ ہجری



قطعہ

خامہ چوں در نہان خود گیری
شیخ شیراز را بوجد آری
بذلہائے شگرف بر سنجی
نکتہائے بدیع بنگاری

عید قرباں سنہ ۱۳۱۸ ہجری



جانؔ محبوبی و جانان حبیب
آنِ دلداری و شان دلبری

با چنیں قدّ بلند و خوش خرام
سرو کے دارد مجالِ ہمسری

بر دہانِ بذلہ سنج و پستہ لب
غنچہ را ہرگز نزیبد برتری

دل فدائے شیوۂ جاں پرورت
جاں نثارِ عشوہائے دلبری

عہ مطلع اور مقطع اضافہ میں ہے دونوں کو ایک کر کے درست کرلیا جائے۔

(اضافہ بتاریخ غرّہ صفر ۱۳۱۹ھ)

اے درخشاں از جبینت برتری
وے ہویدا از لبت جاں پروری
عشق را نازم کہ زد کاہِ ضعیف
کوہ کندن را شمارد سرسری
چشمِ حسرت را کجا تابِ نگاہ
اے جمالت حیرت حور و پری



حسب الفرمائش

ربودہ ہوش و قرارم غزالِ رعنائے
نگار مست خرامے بلند بالائے
بشیوہائے فریبندہ آفتِ عقلم
بلائے صبر و قرارم بشکل زیبائے
برائے فتنہ بود چشم پرفنش مامن
برائے بذلہ لبِ لعل اوست ماوائے
سماع را سخن جاں نواز او عیدے
نگاہ را رخِ گلگونِ او تماشائے
گہے بچین جبیں برقِ خرمنِ عیشم
گہے بخندہ جاں بخش راحت افزائے

گہے نمودہ ہلاکم بشیوۂ تمکیں
گہے فزودہ روانم بلطفِ ایمائے
گہے نواختہ جانم برمزِ پنہانی
گہے ربودہ قرارم بہ ناز پیدائے
زِ فرّ تابشِ اجلال روکشِ خورشید
زتابِ جلوۂ اقبال ماہ سیمائے
ز رازِ فلسفہ آگاہ مثلِ فارابی
بہ بزمِ فضل بود بو علیؔ سینائے
ربودہ شوکت شاہی شکوہِ اشعارش
شکستہ پایۂ عالی بطبع والائے
بلطفِ خاص مرا گشتہ مدح خوان حسرتؔ
اداشناس مزلّل ادیبِ دانائے

۲۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۱۹ھ

برطرح آصفی

شبستانِ مرا شمعے ازاں رخسار بایستے
فروغِ صبحِ من رادولت بیدار بایستے
نشاطے خاطرم را بادۂ گلگوں نمی بخشد
دراں کیفے زنرگسِ دیدۂ خمار بایستے
مداوائے مریضِ عشق قانونے دگر خواہد
طبیبِ دردِ دل آں نرگس بیمار بایستے
بہارِ گل بہ گلچیں وعنادل یاد ارزانی
مرا از عارضِ گلفامِ او گلزار بایستے

عہ خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی ازیں شعر خیلے مسرور شد ۱۲

بجوؐ سرو پا در گل چمن بر خویش می بالد
بچشم جلوۂ آں سروِ خوش رفتار بایستے

بآغوشِ مرادم جلوۂ آں سیمتن بودے
بدامانِ نگاہم دولتِ دیدار بایستے

مبارک جلوہائے بادۂ گلگوں بہی خواراں
مرا از چشمِ مستش ساغرِ سرشار بایستے

سرِ آزادگاں بر پائے دوں طبعاں بود حیف است
اگر خاکِ رہِ جاناں نشد بردار بایستے

عسہ علامہ شبلی مرحوم نے اس شعر کے مصرعۂ ثانی پر یہ اعتراض فرمایا تھا کہ "بہ پہلویم رواں" بہ تصریح زیادہ ہے۔ لہذا تبدیل کیا گیا۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں واؤ عطف کے اظہار پر کلام فرمایا اس لیے بدل دیا گیا۔ بعد کو خواجہ حافظؒ کے مطلع کے پہلے مصرعہ میں واؤ عاطفہ کا اظہار پایا گیا ع

خوش آمد گل وزاں خوشتر نباشد ۱۲

تمنائے دلم حسرت ز حد و حصر بیرون ست

تکلف برطرف لطفش بمن بسیار بایستے

۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۹ ہجری



بر طرح اعلیٰحضرت نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنۃ

در سالگرہ



پردۂ ماہ رخت زلفِ پریشاں تا کے
در تہِ ابر نہاں مہرِ درخشاں تا کے

اے صبا نفحۂ اُنسے ز دیارِ طیبہ
وحشت آباد بود ایں دلِ ویراں تا کے[ع]

یارب از قافلۂ رفتہ نشانے بنما
چوں جرس گرمِ فغاں ایں دلِ سوزاں تا کے

ع اول یہ مصرعہ موزوں ہوا۔

پشتِ پا بر سر و ساماں زن و فارغ برخیز
دردِ سر تا بکجا قصۂ ساماں تا کے

نعرۂ ہو زن و در سینہ فگن شورِ نشور
سرخوشِ خواب بود شیرِ نیستاں تا کے

خیز و از خونِ جگر تشنہ لباں را ہو از
ماتمِ قیس کند ریگِ بیاباں تا کے

کاش از سینۂ مردے شررے باز جہد
دیو پامال کند خونِ شہیداں تا کے

دلِ پاکت صدفِ گوہرِ عرفاں آمد
غرقِ بحرِ ہوسِ قطرۂ نیساں تا کے

پردہ از رخ فگن و عرصۂ محشر افروز
لاف از نور زند نیرِّ تاباں تا کے

در رہش خستہ دلاں قافلہ سالارانند
منزلِ دردِ طلب در پئے درماں تا کے

جوہرِ خود بنما گوہرِ خود را دریاب
خوں خوری در طلبِ لعلِ بدخشاں تا کے

درے از فیضِ ازل بر رخش از فضل کشا
رو بدیوار بود حسرتِ حیراں تا کے

۲۹ر جمادی الآخر ۱۳۴۹ھ ہجری



مولانا ابوالکلام آزاد

وقتیکہ مقیم گل مرغ کشمیر بود در خطے نوشتہ

گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم
بُعد منزل نبود در سفر روحانی

من برائے جواب تصور
وقتیکہ بہم چائے نوشیم نوشتم

شکر للہ کہ بروئے تو قدح می نوشیم
جلوۂ قرب نمودہ سفر جسمانی،

شعرِ ہٰذا در اثنائے سفر حبیب گنج

بعد وداعِ حیدرآباد در کالسکۂ بخار

حسب حال

مشعرِ وجہ ترک تعلق حیدرآباد

در خاطر گزشت



شاہبازِ ہمتم ربطے بدستِ شاہ داشت
خوش نکردہ بندِ دستِ دیگراں پرواز کرد

۱۳۱۱ھ م ۱۳ ۴/۳۰

حافظ جلیل حسن صاحب جلیل

فصاحت جنگ بہادر مانکپوری

(از حیدر آباد در جواب ایں شعر نوشتہ)

شاہباز اوجِ ہمت حسرتِ عالی نژاد
صید کردہ مرغ جانم از دکن پرواز کرد

ایضاً

جلوۂ حسرت اگر بزمِ دکن خالی کرد
جائے غم نیست کہ دل نیست ز حسرت خالی

نوٹ :- رسم جاری بود کہ بہ ماہ مبارک رمضان شب ختم کلام مجید در تراویح شامل می شدم بعد ترک تعلق آنجا چوں حاضر نبودم حافظ جلیل ایں شعر گفتہ۔

بداہتہ بڈاکٹر عبدالستار صدیقی

پروفیسر الہ آباد کالج

باستدعائے قدوم حبیب گنج



دیدہ و دل در تمنائے لقا

محو یادت روز و شب صبح و مسا



قطعات تاریخ

تاریخ عود الحاج محمد عبید الرحمن خان

الولد العزیز

من سفر الحج والزیارة - یوم السبت خامس الصفر المظفر

سنہ ۱۳۵۱ھ

محمد حج له عاجل

ادخلی جنتی أجل

ارخ الحسرة المرجع

سالماً غانماً واصل

۱۳۵۱ھ

تاریخ شہادت برادرم محمد سمیع اللہ خان

بلونہ کہ در اثنائے راہ بوقت مراجعت از سراولی
قریب موضع مذکور از بندقہ تفنگ ظالمے مجروح شدہ

بعد ہژدہ روز شب جمعہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ
مقام علی گڑھ رحلت کرد۔ غفرلہ



آہ۔ اخوی عزیز مرد زیرک و ذکی
بود دیندار و سعید غیر شبہ و ریب
حیف ہنگام سحر براہ ظالمے شقی
کرد مجروح ببندقش بعالم شیب

ہیژدہ روز کشید رنجہا برضا

درشب جمعہ سپرد جاں بساتر عیب

ایں خبر ہر کہ شنید اشک ریخت زچشم

خاک کردہ بسر و درید دامن وجیب

حسرت خستہ وزار جست سال رحیل

"ہائے مظلوم شہید" گفت ہاتف غیب

۱۳۵۱ھ



تاریخ آغاز بنائے

حبیب منزل واقع میرس روڈ علی گڑھ

شکر للہ کہ ایں بنائے بلند
گشتہ آغاز از نوال اعم
کرد حسرت سوال سال بنا
گفت ہاتف بجز فضل اتم
۱۳۵۱ھ

دیگر اختتام

خوشا کاشانۂ زیبا کہ اینجا
ہمہ گل روید و خارے نباشد

زہے ایوانِ جاں پرور کہ در وے
"کسے را با کسے کارے نباشد"
بتاریخش دُرے سفتہ است حسرت
گرامی تر گہر آرے نباشد
اذی را بے سر و پا ساز و خوش خواں
"بہشت آنجا کہ آزارے نباشد"

۱۳۶۳
۱۱

۱۳۵۲ھ



تاریخ عقد

برخوردار محمد مسعود الرحمٰن خاں

عرف

پیارے میاں سلمہ اللہ تعالیٰ

مسعود عزیز کتخدا گشت
مسرور شدہ دلِ عزیزاں
شاداں دلِ من ز سال پرسید
بافضل عظیم گفت رضواں

۶ ۱۹ ۲۳

تاریخ اوّل روزہ

نورچشم ریاض الرحمٰن خاں

عرف

دلارے میاں سلمہ اللہ تعالےٰ

نورِ نظرم ریاض رحمٰن
از صوم نخست گشت شاداں
تاریخ بہارِ روزہ اش را
از شامِ ریاض یافت رضواں

۱۳۵۲ھ

۶ شوال ۱۳۵۲ھ مقام دہلی

تاریخ مراجعت راقم از سفر حج و زیارات

آمد ز حرم حبیب رحمٰن
گل چیدہ ز فیضِ[لہ] دستہ دستہ

پیوستہ ببزمِ قُدس وحدت
پیوند ز ما سوا گسستہ

در دیدہ زِ خاکِ طیبہ نورے
نقشِ کرمش بجاں نشستہ

تاریخ مراجعت خلیلم[عہ]
گفتا چہ مبارک و خجستہ

۱۳۴۵ھ

لہ۔ فضل۔ عہ جناب شاہ سید ابراہیم صاحب خلیلؔ برکتہ اللہی مارہروی۔ مادۂ تاریخ از شاہ صاحب موصوف کہ بفرمائشں خاکسار بداہۃً فرمودند ۱۲۔

تاریخ ماخوذی کاظم علی باغ

شاگرد مرزا داغ دہلوی

بہ علت سکّہ قلب قرطاس مقام حیدر آباد
کہ آخر بری شد



دوش بدیدم حزیں استادے
اسم چو جستم بگفتا "داغم"
"حزن چرا" گفت "بشنو با سال
سکہ خزاں زد و بقلب باغم"
۱۹۳۶ء

۲۰ رجون سنہ ۱۹۳۶ء

تاریخ افتتاح سلور جوبلی واٹر ورکس رائچور

از

دست مبارک

حضور نظام خلد اللہ ملکہ



شدہ رائچور از قدوم شہی
گرامی میانِ بلادِ جہاں
شہِ آصفِ سابعِ جم حشم
بماند یہ فرِّ شہی جاوداں

پئے تشنگاں دستِ جودش کشود
بھر خانہ جو از کرشنا رواں
چو تاریخ ایں فیض حسرت بخواست
بگفتہ چنیں ہاتفِ نکتہ داں
سنش گر بخواہی کہ گیری بہ یاد ۱۵
"زہے چشمۂ فیضِ عثماں" بخواں

۱۹۲۱ء
۱۵
۱۹۳۶ء

سہ شنبہ ۱۴ر جولائی ۱۹۳۶ء ۔ حبیب منزل



تاریخ حج

مولوی سید سلیمان اشرف صاحب میر شعبۂ عربی
(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

مخدومِ زمن میر شریف و احنف
از حج شدہ ممتاز بہ تشریف شرف
ہم گشتہ مشرف بہ حضورِ طیبہ
کش خلد بپاکی نتواں بود طرف
حسرت چو بیفتاد بفکرِ تاریخ
آہستہ بفرمود سروشِ اعرف
بگذر ز سرو ہم و زمان حج را
دریاب از شرف سلیمان اشرف

۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۸ھ

ھ ۱۳ ۵۲

۱۲۵ ۶ / ۱۳۴۶ ھ

تاریخ رحلت

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب غفرلہ



سلیمان اشرف سرِ اتقیا

بہ علم و عمل والہِ دین اشرف

چو نفسش شنید آیۂ ارجعی را

بہ جنت شد از قربتِ حق مشرف

سنش بادل پاک حسرت نوشتہ

بہ جنات عدنِ سلیمان اشرف

۱۳۵۷

۱

۱۳۵۸ھ

۲ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۸ھ

تاریخ ترقی گریڈ نولوی

بدرالدین علوی

(استاد عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)



بدرِ دیں بدرِ آسمانِ علوم
ارتقایش چہ منزلے افزود
ہاتفے سال از سرِ بہجت
"تابش بدر شدہ افزوں" فرمود

۱۳ ۶۲
۲
___
۱۳ ۶۴ھ



لا ادری

مفا سا نیم آمده در کوئے تو
شیئًا لِلّٰہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

تاریخ وفات

نواب اختر یار جنگ بہادر

مولوی لطیف احمد صاحب اختر مینائی

معتمد امور مذہبی سرکار عالی

دریغا کہ آں مستِ مینائے الفت
لطیف احمدِ اختر آں مینا
بہ پیشانیش لمعۂ مہر تاباں
بحسنِ وفا بود در دھر یکتا
محبے مرا بود یکسر مودت
مجسم فتوت مروت سراپا

مادّت زدردِ وفاتِ انیسِ حیاتش
زدارالمحن شد سوے دارِ عقبیٰ
زالطافِ رحمٰن شود جانِ پاکش
زدید ارشاداں بجناتِ ماویٰ
چو پرسید حسرت سنِ ارتحالش
بصد رنج وانده زاحبابِ دانا
زکی از میاں خاست آورد برلب
۳۷
"شہیدِ محبت قتیلِ وفا" را

۱۳	۹۶
	۳۷
۱۳ھ	۵۹

۱۴ ارجب المرجب سنہ ۱۳۵۹ھ



قطعۂ تاریخ تولد نور نظر

بخانۂ برادر مکرم محمد مزمل اللہ خاں صاحب

رئیس بھیکن پور

اسمش احمد اللہ خاں عرف بنے میاں

تعالی اللہ زہے مولود مسعود
عیاں شد از وجودش شادمانی
الٰہی سالہا ماند بعالم
بعلم و فضل و جاہ و کامرانی

شود یارب خلف اسلاف خود را
بدین و نام نیک جاودانی
خرد چوں خواست از من بہر تاریخ
ہمایوں مصرعے روشن معانی
مرا از وجد دل جنبید و گفتم
چراغے دودهٔ داؤد خانی

۱۸ ۹۹
۲
۱۸ ۹۶ ع



تاریخ وفات

مولوی غلام محمد صاحب شملوی

سفیر باتدبیر ندوۃ العلماء



سفیر مکرم غلام محمد
ز دار الاجل حیف آمد پیامش
سراپا عمل بود و سعی مجسم
باحیاء دینہا مسلّم کلامش
چو قربانِ دیں کرد جانِ گرامی
ز اسلامیاں باد دایم سلامش

جگر خستۂ حسرت یک از مخلصانش
چو پرسید از سال حسن ختامش
بفرمود ہاتف بر آوردہ آہے
بجنات فردوس اعلیٰ مقامش

۱۳	۶۸
	۱۶
۱۳ھ	۵۲



تاریخ وفات حسرت آیات

مولانا الحاج مولوی ریاض الدین صاحب

افضل گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

مدرس دار العلوم دیوبند



عالم و متقی ریاض الدینؒ
بود از خوئے خوب جانِ ریاض
جست سال وفات او حسرتؔ
ہاتف غیب گفت "شانِ ریاض"

۶۲ ۱۳ ھ

عہ ۲۱ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۲ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق بعمر ۵۷ سال در افضل گڑھی مدفون۔ زیر دو درختہائے بزرگ در مقبرہ کہ موسوم است بقدم رسول چہ در آنجا سنگے است کہ بر آں نشان جفت پائے ہست و بغور چناں معلوم می شود کہ بزرگے بر و قدم نہادہ رفتہ است۔ واللہ اعلم بالصواب۔ معین الدین۔

(از بیاض سنہ ۱۳۰۳ھ)

بچمن ہم دل بیتاب براحت نرسید

سرو آزاد بدیدم قد او یاد آمد

سید الطاف علی و شہابی[۵] وارد حبیب گنج شدند

(ایں شعر گفتہ خواندم)

کرم کردند الطاف و شہابی

ز لطفِ نور شد روشن روانم

---

[۵] بتقریب ورود حبیب گنج مفتی انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی و سید الطاف علی بریلوی سلمہا الرحمٰن

کتبخانۂ جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقاء، مجلس انتظامی و مجلس تعلیمات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۲۔ اساتذہ جامعۂ عثمانیہ و کلیہ جات ملحقہ دس کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۳۔ اراکین دارالترجمہ و طلبائے ایم۔ اے، ال ال بی و تحقیقاتی جماعتوں کے طلبہ تین کتابیں اور دیگر جماعتوں کے طلبہ دو کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہونے پر ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائیگا۔

۵۔ بشرط موقع کتابیں مکرر جاری کی جا سکینگی مگر اس غرض کے لئے کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں اگر گم یا خراب ہو جائیں تو مستعیر پر ذمہ داری عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا سیاہی یا پنسل نہ لگایا جائے۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکینگی۔ فقط

باهتمام منیجر سید اعجاز علی
در مطبع مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ طبع شد
سنہ ۱۹۴۹ء